۸۰
سلسلہ مطبوعات مکتبہ دار المعارف الہ آباد
فرماتے ہیں یہ اہلِ محبت، ہو مبارک
احمد ترا دیوان ہے عرفانِ محبت
عرفانِ محبت
شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی
کے
عارفانہ و عاشقانہ اشعار کا دلآویز مجموعہ
مکتبہ دار المعارف الہ آباد
ادارہ معارف مصلح الامت الہ آباد

ضروری معلومات

نام کتاب : عرفان محبت

مجموعۂ کلام: شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی رحمہ اللہ تعالیٰ

صفحات: ۲۰۰ تعداد اشاعت ۱۱۰۰

کتابت: ظہیر احمد کاکوروی ، ابونسیم ندوی ، ابو عبد اللہ قاسمی

باہتمام: مولوی محمد عبد اللہ قمر الزمان قاسمی الہ آبادی

سنہ اشاعت: ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰۱۴ء

قیمت:

ناشر: مکتبہ دار المعارف الہ آباد و ادارہ معارف مصلح الامتؒ الہ آباد

ملنے کے پتے

مکتبہ دار المعارف الہ آباد بی/۶۳۹ وصی آباد۔ الہ آباد (یو، پی) ۲۱۱۰۰۳

مکتبہ فردوس، مکارم نگر (برولیا) لکھنؤ کتب خانہ انجمن ترقی اردو۔ جامع مسجد، دہلی

مکتبہ فیضان قمر ٹائم ٹو ٹائم دوکان ۷ ایس ڈی چال، بہرام باغ روڈ۔ جوگیشوری۔ ممبئی

مکتبہ رحمانیہ۔ دار العلوم عربیہ اسلامیہ بھروچ۔ محمود نگر کنتھاریہ۔ بھروچ (گجرات)

قاضی بکڈپو۔ بالمقابل بڑی مسجد (مرکز) رانی تلاؤ۔ سورت (گجرات) ۳۹۵۰۰۳

مکتبہ البلاغ۔ دیوبند مکتبہ حبیبیہ دیوبند

مکتبہ نفیس۔ جعفر نگر۔ نزد مسجد محمد مالیگاؤں (ناسک)

الفرقان بکڈپو ۳۱/۱۱۴ نظیر آباد لکھنؤ مکتبہ الغزالی۔ مدینہ چوک سرینگر (کشمیر) ۱۹۰۰۰۱

فہرست عنوانات عرفانِ محبت

عرضِ ناشر

الحمد للہ، مکتبہ دار المعارف الہ آباد متعدد دینی، فکری و احسانی کتابیں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکا ہے (جس میں چند منظوم کلام کا مجموعہ بھی شامل ہے) اور اہل علم حضرات سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔

اب شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی ؒ کا دیوان بنام "عرفان محبت" شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے جس میں حضرت مولاناؒ نے جس دردِ دل و ایمانی جذبہ سے دینی و ایمانی مضامین کو منظوم فرمایا ہے وہ ایک صاحبِ علم و عمل ہی کا حصہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو ان رموز و اسرار کو سمجھنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور اس پُرسوز و عالیشان دیوان کو اس کے شایانِ شان طبع کرانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

ہمارے لئے سعادت کی بات ہے کہ والد محترم نے مولانا ؒ کے منتخب عارفانہ و عاشقانہ اشعار کی شرح فرمائی ہے ۔ ۔ جو "فیضانِ محبت" کے نام سے شائع ہوئی ہے، جس کو اہل علم حضرات

نے پسند فرمایا اور اپنی زبان وقلم سے پسندیدگی کا اظہار فرمایا جو اس کے شروع میں درج ہیں۔ خصوصاً مشہور ناقد مکرم شمس الرحمٰن فاروقی اور حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ کی تقریظات بہت ہی مفید ہیں ان کا مطالعہ نہایت مفید ہوگا۔

کتاب میں فہرست نہ ہونے کی وجہ سے قارئین کو حمد و نعت یا دیگر منظومات کی جستجو میں کچھ دشواری کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ لہٰذا اس حقیر نے مفصل فہرست شامل کتاب کردی ہے جو انشاء اللہ مفید ہوگی۔ نیز ہم نے مکرم شمس الرحمٰن صاحب فاروقی کا جامع وعمدہ تبصرہ بھی شامل کتاب کردیا ہے جو کسی وجہ سے اب تک اس کتاب میں شامل نہ ہوسکا تھا۔

مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب الاعظمی الندوی دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے "مکتبہ فردوس" سے "عرفان محبت" کی طباعت کے لئے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ عرفان محبت اکثر مکتبہ دار المعارف الٰہ آباد ہی سے فروخت ہورہی ہے، لہٰذا تم ہی اس کی طباعت کراؤ تو بہتر ہے۔

نیز شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی رح والد محترم سے فرمایا کرتے تھے کہ ہماری کتابیں اپنے مکتبہ سے طبع کرائیں اور

آئندہ بھی طبع کراتے رہیں تاکہ ہمارے لئے صدقہ جاریہ کا سبب ہو۔

لہٰذا اُسی وقت سے حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی رحؒ کی کتابیں "روح البیان" ۳ جلدیں "کمالاتِ نبوت" اور اخلاق سلفؒ ہمارے مکتبہ دار المعارف الہ آباد سے طبع ہو رہی ہیں۔ اب الحمد للہ ہمارے مکتبہ کو "عرفانِ محبت" کی طباعت کا شرف بھی حاصل ہو رہا ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مکتبہ سے ایسی دینی و احسانی کتابیں طبع کرانے کی توفیق مرحمت فرمائے اور قبول فرمائے۔ آمین!

محمد عبداللہ قمر الزمان قاسمی الہ آبادی

جمادی الاخریٰ - اپریل ۱۴۳۵ھ ۲۰۱۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

از

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی

مولانا شبلیؒ نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب شعر العجم کے حصۂ پنجم میں صوفیانہ شاعری کے باب کا آغاز کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"فارسی شاعری اس وقت تک قالب بے جان تھی جب تک اسمیں تصوف کا عنصر شامل نہیں ہوا، شاعری اصل میں اظہار جذبات کا نام ہے، تصوف سے پہلے جذبات کا سرے سے وجود ہی نہ تھا، قصیدہ مداحی اور خوشامد کا نام تھا، مثنوی واقعہ نگاری تھی، غزل زبانی باتیں تھیں، تصوف کا اصلی مایۂ خمیر عشق حقیقی ہے، جو سرتاپا جذبہ اور جوش ہے، عشق حقیقی کی بدولت مجازی کی بھی قدر ہوئی اور اس آگ نے سینہ و دل گرما دئے، اب زبان سے جو کچھ نکلتا تھا گرمی سے خالی نہیں ہوتا تھا، ارباب دل ایک طرف، اہل ہوش کی باتوں میں بھی تاثیر آگئی"[1]

مولانا نے صحیح لکھا ہے، لیکن یہ متصوفانہ شاعری مختلف طبعی، نسلی، نیز سیاسی اور تاریخی اسباب کی بنا پر ایران میں پیدا ہوئی، عربی شاعری میں صوفیانہ کلام نہ ہونے کے برابر ہے، اور اگر کہیں ہے تو اس میں نمک نہیں، حضرت علی مرتضیٰ، سیدنا زین العابدین اور

---

[1] شعر العجم حصۂ پنجم (مطبع معارف اعظم گڈھ) صفحہ ۱۱۲

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یا بعض اولیاء کرام سے (جن کی زندگی عربی ماحول میں گزری) جو کلام منقول ہے اس کی نسبت صحیح نہیں، اور داخلی شہادتیں اس کی تردید کرتی ہیں کہ یہ ان کی زبان اور ان کا کلام ہے، عربی شاعری میں تصوف کا سارا سرمایہ سیدی ابن الفارض مصری (متوفی ۶۳۲ھ) کا عارفانہ و عاشقانہ کلام ہے، جو میخانۂ وحدت کے سرشار اور عربی کے قادرالکلام اور شیریں زبان شاعر تھے۔

اردو شاعری فارسی شاعری کی پروردۂ نعمت ہے، اس کا تغزّل اس کی تشبیب، بہار کا مضمون، ساقی نامہ، مدحیہ قصائد کا گریز اور اس کی بہت سی مضمون آفرینیاں اور نازک خیالیاں فارسی شاعری کا چربہ اور کہیں کہیں اساتذۂ ایران کے اشعار کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے، جس کو (اگر بڑی احتیاط سے کام لیا جائے تو) توارد کہہ سکتے ہیں، لیکن اردو کی صوفیانہ شاعری ایران سے مستعار لی ہوئی چیز یا فارسی شاعری کی نقالی نہیں کہ یہاں جو کچھ ہے اصل ہی اصل ہے، کیفیات باطنی ہیں اور وارداتِ دل، چاشنی و نمکینی ترکیب کی چستی اور کلام کی برجستگی استعاروں اور تشبیہات کی نزاکت و لطافت یہ سب چیزیں مانگے کی ہوسکتی ہیں لیکن جوش و مستی، بےخودی و وارفتگی بغیر باطنی کیفیت اندرونی سرشاری اور میخانۂ عشق سے براہ راست ربط و تعلق کے پیدا نہیں ہوسکتی، راقم سطور نے "تاریخ دعوت و عزیمت" کے حصّۂ سوم میں حضرت مخدوم بہاریؒ کے مکتوبات کے باطنی و ادبی پہلو کیطرف توجّہ دلاتے ہوئے لکھا ہے:۔

"ناقدین ادب نے وقت، ماحول، فضا اور طبیعت کے فراغ کو ادب و شاعری کے لئے بہت زیادہ سازگار اور معاون عنصر تسلیم کیا ہے اور بہت سے ادیبوں اور شاعروں نے اس کا اظہار کیا ہے کہ لبِ جو، کنارِ دریا، گوشۂ چمن، فصل بہار، نسیم سحر، صبح کا سہانا وقت، ان کی شاعری اور ان کے ادب کے لئے

محرک بن جاتا ہے، اوران میں بہت سے لوگ ایسے مقام کی تلاش اور ایسے وقت کے انتظار میں رہتے ہیں، اس طرح یہ حقیقت تسلیم کرلی گئی کہ روح کی لطافت اور دماغ کا سکون ادبیات کے لئے بہت معاون ہے۔"

بعض اہلِ دل کے کلام میں جو غیر معمولی حلاوت اور قوت ہے، وہ ان کی روح کی لطافت اور قلب کی پاکیزگی اور اندرونی کیفیت و سرمستی کا نتیجہ ہے اور اس کے لئے وہ کسی خارجی مدد اور مقام اور وقت کے محتاج نہیں ہوتے، ان کی خوشی و سرمستی کا سرچشمہ اور ان کی دولت کا خزانہ اُن کے دل میں ہوتا ہے، خواجہ میر دردؔ نے جو خود صاحبِ دل اور صاحبِ درد تھے اس پورے گروہ کی ترجمانی اس شعر میں کی ہے ؎

جائیے کس واسطے اے دردؔ میخانے کے بیچ
کچھ عجب مستی ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ"[1]

لیکن اردو میں یا تو اس دور کی صوفیانہ شاعری کے نمونے ملتے ہیں جب اردو نے بال و پر نکالے ہی تھے، اور زبان ابھی عہدِ طفلی میں تھی، اس زمانہ کا صوفیانہ کلام پڑھئے تو آج آپ کو لطف نہ آئے گا کہ متروکات سے بھرا ہوا اور نامانوس الفاظ سے گھرا ہوا ہے، اسمیں صرف میر سراج الدین سراؔج (م ۱۱۷۷ھ) کا استثنا ہے، جنھوں نے دکن کے ہوتے ہوئے خالص دلی کی زبان میں اپنے جذبات و واردات کا اظہار کیا ہے، اور زبان ایسی منجھی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ جیسے مرزا مظہر جانجاناںؒ اور خواجہ میر دردؒ کی ہو، ان کی ایک غزل کے مشہور شعر ہیں ؎

---

[1] تاریخ دعوت وعزیمت حصہ سوم صفحہ ۲۴۴

شۂ بے خودی نے عطا کیا مجھے اب لباس برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی، نہ جنوں کی پردہ دری رہی
چلی سمت غیب سے اِک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخِ نہال غم جسے دل کہیں سو ہری رہی
وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نسخۂ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق پر جو دھری تھی سو وہ دھری رہی

سراؔج کے بعد حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور ان کے بعد خواجہ میر دؔرد کے ہاں تصوف کے حقائق و مضامین اور اِس میخانہ کی مستی اور سرشاری ملتی ہے، لیکن وہ تصوّف کے اسرار وحقائق کے محرم اور صاحبِ حال ہونے کے باوجود اصلاً غزل گو شاعر تھے، ان کے تغزل میں ان کی کیفیات باطنی اور حرارت عشق کا اثر آ گیا اور اس نے انکے کلام کو حافظ کے کلام کی طرح سراپا انتخاب بنا دیا، اردو کے اس دور آخر میں حسؔرت، فاؔنی، اصغؔر اور جگؔر کے ہاں بھی محبت کا عرفان اور میخانۂ عشق کا فیضان ملتا ہے، لیکن وہ بھی غزل کے پردہ میں چھپا ہوا اور عشقیہ مضامین کے نیچے دبا ہوا ہے۔

اصل صوفیانہ کلام جس میں شاعرانہ محاسن، استادانہ مہارت، مضامین کی آمد، قوافی پر مالکانہ قدرت، اور تغزل کی چاشنی پورے طور پر پائی جاتی ہے وہ خواجہ عزیزالحسن مجذوؔب کا کلام ہے، جو ازل سے عاشقانہ طبیعت لے کر آئے تھے، اور ایک شیخ کامل کی صحبت نے جو صاحبِ حال وقال تھا اس کو دو آتشہ بنا دیا تھا۔

حضرت مجذوؔب (جن کی زیارت کا شرف تو خال خال لیکن ان کے کلام کے دیکھنے اور اس سے لطف اٹھانے کی سعادت بار بار حاصل ہوئی) کے بعد دوسرے بزرگ جو

"سندانِ عشق" اور "جامِ شریعت" دونوں کے جامع نظر آئے حضرت مولانا محمد احمد صاحب پھولپوری ہیں (اطال اللہ حیاتہٗ و مد فیوضہٗ) ان کی تعلیم و تربیت، ان کا ماحول، ان کے معمولات زندگی، کسی چیز سے بھی کسی اجنبی کو اندازہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ نے ان کو عشق و مستی کی یہ کیفیت اور اسی کے ساتھ طبیعت کی یہ موزونیت عطا فرمائی ہے، کہ ان کا کلام عشق و مستی سے بھرپور اور معرفت و محبت کا "شراب طہور" نظر آتا ہے، ان کے کلام میں عشق و محبت کا مضمون اور گرمی و سرمستی اتنی نظر آتی ہے کہ ان کے دیوان کا نام صحیح معنیٰ میں "عرفانِ محبت" ہی ہو سکتا ہے، اور جس نے یہ نام تجویز کیا اس نے اپنے حسنِ مذاق کا ثبوت دیا۔

مجھے ان کے کلام کے سننے کا شرف ان کی زبان مبارک سے بارہا ہوا اور کبھی ان کے خادم خاص اور حافظِ کلام، کامل صاحب سے سُنا، اور ہر مرتبہ دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ یہ کلام مرتب کر کے شائع کیا جائے تاکہ ان لوگوں کو بھی اس سے فیض اٹھانے اور اپنے دل کی انگیٹھی گرمانے کا موقع ملے جن کو کسی وجہ سے ان کی مبارک مجالس میں شرکت کا اتفاق نہیں ہوا، اس تحریک میں برادر زادۂ عزیز محمد میاں مرحوم کا بڑا حصہ تھا وہ عرصہ سے مولانا سے تقاضا کر رہے تھے کہ مولانا اپنا منتشر کلام جمع کر کے ان کو عنایت فرما دیں، تاکہ وہ اس کو مرتب کر لیں، خدا کا شکر ہے کہ اس کا موقع ان کی زندگی میں آگیا انھوں نے اس کو پڑھا اور عنوانات تجویز کئے، اب یہ مجموعہ میرے سامنے ہے، اس کو اس مجموعی شکل میں جب دیکھتا ہوں تو کلام کی بلندی، جامعیت اور اشعار کی گرمی و مستی اور زیادہ بے نقاب ہو کر سامنے آتی ہے، اس کو جہاں سے دیکھئے اور جدھر سے کھولئے یہ "عرفانِ محبت" ہی نظر آتا ہے، یہاں پر اس کے کچھ نمونے "مشتے نمونہ از خروارے"، کے طور پر پیش کئے جاتے

ہیں، کلام کا اصل جوہر اس کی گرمی و مستی ہے، اور مولانا نے صحیح کہا ہے ؎

خدا کا فضل ہے ورنہ میں اس قابل نہ تھا احمدؔ
کہ میں نے آگ جو بھر دی ہے اشعارِ محبّت میں

اس مستی اور محبت و عشق کی قدر و احترام کا نمونہ دیکھئے ؎

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو، لیکن ترا بسمل نہیں

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

نثار جاں حزیں کر دے شوق سے احمدؔ
کھڑا ہے کون؟ ذرا دیکھ تیرے سرہانے

خواجہ میر دردؔ نے اپنے ایک شعر میں (جس کا لطف وہی لے سکتے ہیں جو اسیریٔ محبّت کی لذت و عزت کو سمجھتے ہیں) اس کی تمنا کی تھی کہ ان کو اس "بند محبت"، سے کبھی آزاد نہ کیا جائے ؎

اپنے بندہ پہ جو تم چاہو سو بیداد کرو
پر کہیں جی میں نہ آجائے کہ آزاد کرو

مولانا نے اس کو (تحدیث بالنعمۃ کے طور پر) ایک واقعہ کی طرح بیان کیا ہے ؎

نعمت یہ مبارک ہو کہ احمدؔ کبھی تجھ کو
وہ دام محبت سے نہ آزاد کریں گے

وہ لذت عشق سے پوری طرح آشنا اور اس کی قدر و قیمت سے آگاہ ہیں اسلئے ان کی زبان سے وہ اشعار نکلے ہیں جس سے فیضان محبت نہیں (جو جگرؔ کے نزدیک عطائے عام

ہے لہ "عرفان محبت" کا اظہار ہوتا ہے، جو عطائے خاص ہے، کہتے ہیں ؎

کوئی اہلِ محبّت سے تو پوچھے — عجب شے ہے صدائے لن ترانی
کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے — مجھے خود کر دیا روح المعانی

عشق نے احمد مجلّی کر دیا — ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

میں تو اس قابل نہ تھا لیکن جنوں کے فیض سے
کھول دی ہے میں نے بھی احمد دکانِ زندگی

وہ اسی کیف و مستی میں کبھی کبھی اسرارِ عشق و مستی واشگاف کہہ جاتے ہیں، ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

پوچھئے مت یہ اسرار ہیں عشق کے — روتے روتے مجھے آگئی کیوں ہنسی

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

نہیں ہیں جو ترے دیوانے آجتک وہ کبھی — خوشی میں رو نہ سکے غم میں مسکرا نہ سکے

ان کے نزدیک پروانہ کی طرح یک دم سے جل کر مرجانا کمال نہیں، عشق کی آگ میں جلتے رہنا اور ہزار بار جینا ہزار بار مرنا کمال ہے، فرماتے ہیں ؎

کمالِ عشق تو مر مر کے جینا ہے نہ مرجانا — ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں ہائے پروانے

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

لہ جگرؔ کہتے ہیں ؎
اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں ؛ فیضانِ محبت عام سہی، عرفانِ محبت عام نہیں

رونا کبھی، ہنسنا کبھی، جلنا کبھی، بجھنا الوانِ محبت ہیں یہ الوانِ محبت

خدا نے ان کو اس عشق و مستی میں تمکین و ہوش کا مرتبہ سمجھنے کی قوت و توفیق عطا فرمائی ہے، فرماتے ہیں ؎

بھٹک کے منزلِ جاناں سے دور جا پہنچے جو جوشِ عشق میں جذبات کو دبا نہ سکے

وہ سمجھتے ہیں کہ ساقی کی نگاہ عنایت کا مستحق عالی ظرف مے نوش ہے نہ کہ تنک ظرف عقل و دین فروش، فرماتے ہیں ؎

کریں گے خاک وہ رندی سمجھ چکا ہوں میں

جو ایک گھونٹ ہی پی کر لگے ہیں اترانے

ان کو ساقی سے ربط اندرونی کا ایسا اطمینان ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ جسمانی دوری سے بھی محرومی و مہجوری نہیں، فرماتے ہیں ؎

کہیں بھی ہم ہوں مگر فیض ہے یہ ساقی کا

ہمارے پاس پہونچتے ہیں اُڑ کے پیمانے

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

میری دوری پسند ان کو ہے دوستو اب تو دوری سے بڑھکر حضوری نہیں

نیز ؎

عشق کا معجزہ اسے کہیئے دور ہو کر بھی میں نہیں ہوں دور

پھر وہ فرماتے ہیں ؎

بجز اس کے کہوں کیا تیری نظروں کی کرامت ہے

کسی کا مے نہ پینا اور پھر مخمور ہو جانا

ایک متبع شریعت شیخ[1] اور ایک صحیح النسبتہ سلسلہ[2] سے وابستگی نے آپ کے اندر طریقت پر شریعت کی ترجیح اور اتباع سنت کی ضرورت و اہمیت کو منکشف کر دیا ہے، اور مختلف اشعار میں آپ نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے ؎

اگر آزاد ہم ہوتے خدا جانے کہاں ہوتے　　مبارک عاشقوں کے واسطے دستور ہو جانا

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

اب نہ افراط باقی نہ تفریط ہے　　عشق کامل ہوا معتدل ہو گیا

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

لذت بندگی کے سامنے ہے　　ہیچ سب حال و قال کی لذت

اس تحقیق و استقامت نے مولانا کو نفس و شیطان کے مکائد اور امراضِ نفس سے آگاہ کر دیا، اور آپ نے ان امراض و نقائص کی پردہ کشائی فرمائی، ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

کوئی بھی منزل عرفان تک پہنچ نہ سکا　　کسی کو نقص، کسی کو کمال نے مارا

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

کھل گئی جب سے چشم بصیرت　　اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

تیرے کرم خاص پہ سو جان سے قربان　　میں اس سے ہوں ممتاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

جو ہے اہل عشق کی ابتدا جو ہے اہل عشق کی انتہا　　میں بتاؤں احمد بے نوا میرا اعتراف قصور ہے

---

[1] حضرت مولانا شاہ بدر علی صاحب رائے بریلوی مسترشد اویس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ۔

[2] سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ۔

اس حقیقت شناسی نے مولانا میں تفویض و تسلیم کی شان پیدا کردی ۔ اور "جیب تمنا تہی"، کا عالم نظر آیا، فرماتے ہیں ؎

ہوتی نہ یوں تکمیل محبت — اپنی تمنا ہوتی جو پوری

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

ان کی طلب ہے مقصدِ اعظم — اور ہر اک شے غیر ضروری

بہت سے اشعار سادگی و پُرکاری کا نمونہ ہیں حمد میں فرماتے ہیں ؎

آتش عشق نے جلا ڈالا — زندگی ہم نے مرکے پائی ہے
عمر غفلت میں ہو گئی برباد — میرے مالک تری دہائی ہے
میں وہ عاصی ہوں دیکھ کر جس کو — رحمت حق بھی مسکرائی ہے

یا مثلاً ؎

مرکے ہوتی ہے زندگی حاصل — ایسے مرنے کی تم دُعا کرنا
خلوصِ دل سے پکارے اگر کوئی انکو — ہر ایک نام ہی ان کا پھر اسم اعظم ہے
تسلیم کہ حاصل تجھے ہر علم و ہنر ہے — لیکن یہ بتا کچھ تجھے اپنی بھی خبر ہے

ایک جگہ مسلمانوں کو عام خطاب کیا ہے اور ان کو تبلیغ و ہدایت کا فریضہ یاد دلایا ہے، یہ اسّی سے زائد اشعار کی ایک نظم ہے جس کا مطلع ہے ؎

رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھائیے — عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھائیے

اس میں تبلیغ بھی ہے تصوف بھی۔

مجاہد کی فضیلت و مرتبہ پر بھی ایک نظم ہے جس سے مولانا کے اندرونی جذبات کا اندازہ ہوتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ تصوّف تعطّل و فرار نہیں سکھاتا وہ دین کی حمیت اور اسلام کی

حمایت کا جذبہ بھی اُبھارتا ہے،

اردو کے بعض مشہور اساتذہ و شعراء کے اشعار نیز ہندی دوہوں پر مولانا کے بعض ترمیمی و اصلاحی شعر بھی ہیں جو لُطف سے خالی نہیں۔

غرض اس مجموعۂ کلام کو پڑھ کر اچھے اچھے حاضر باشوں کو بھی مولانا ہی کی زبان میں کہنا پڑتا ہے ؎

احمدؔ تجھے نہ جانا نہ سمجھا تمام عُمر
گو ساتھ جا رہے ہیں ترے، آ رہے ہیں ہم

خدا کرے یہ مجموعۂ کلام افسردہ دلوں کے دلوں میں گرمی اور خشک اور ویران آنکھوں میں کچھ نمی پیدا کرے کہ یہی اس کی اصل سوغات اور سو بات کی ایک بات ہے۔

ابوالحسن علی ندوی
دائرہ شاہ علم اللہ، رائے بریلی

۸؍ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ
۲۸؍ اکتوبر ۱۹۷۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

از علامۃ العصر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب الاعظمی دامت برکاتہم

عصر حاضر کے شیخ کامل، بقیۃ السلف، عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڈھی دامت برکاتہم وعمت فیوضہم، کی سادہ وبے تکلّف مگر اثر انگیز اور دلمیں اُتر جانے والی نثر کا نمونہ ان کے مواعظ کی شکل میں آپ کے سامنے آچکا ہے، اور اس نثر نے اللہ کے بہت سے بندوں کے دل کی دنیا بدل دی ہے۔

اور اب یہ جان کر جس طرح مجھے بے پایاں مسّرت وشادمانی حاصل ہوتی ہے یقین ہے کہ آپ کو بھی حاصل ہوگی کہ حضرت مولانا کا منظوم کلام بھی عنقریب منظر عام پر آرہا ہے۔

مولانا کا منظوم کلام عام یا عامیانہ شاعری کے طرز پر نہیں ہے بلکہ وہ ایک عارفانہ منظوم کلام ہے۔ مولانا کی شاعری کا عنصر گل وبُلبل کی داستان، یا ساغر وصہبا اور قلقل مینا کی حکایت نہیں ہے، ان کی شاعری کا عنصر درسِ توحید، توقیر رسالت، درد محبت، نور معرفت تسلیک وتربیت ہے۔ ان کی شاعری میں غالبؔ کی شاعری کا نہیں بلکہ مولانائے روم کی شاعری کا رنگ جھلکتا ہے۔

وہ نثر کے بجائے نظم میں درد محبّت سے آشنا بناتے ہیں، معرفت کا راستہ دکھاتے ہیں اور دلکش طریقہ سے سالکین کی تربیت فرماتے ہیں۔

وہ بادۂ توحید کی سرمستی میں فرماتے ہیں ؎

کسی کے سامنے میں کیوں جھکوں پرواہ کیا مجھ کو
خدا کے سامنے جب شوق سے گردن مری خم ہے
غلط ہر غیر پر مجھ کو اگر کچھ بھی بھروسہ ہے
بجز اللہ اپنا کوئی مونس ہے نہ ہمدم ہے

مقامِ رسالت کی عظمت کا اظہار یوں کرتے ہیں ؎

اللہ کا انکار ہے انکارِ محمدؐ اللہ کا اقرار ہے اقرارِ محمدؐ
گر دیدۂ بینا ہو عطا تو نظر آئے انوارِ الٰہی سے ہیں انوارِ محمدؐ

نذرانۂ عقیدت ببارگاہِ رسالتؐ ؎

تیرے در پر جو خیرالانام آگیا اسکے ہاتھوں میں عرفاں کا جام آگیا

کبھی نہ مجھ کو تمنا ہو باغِ رضواں کی اگر مدینہ میں میرا قیام ہو جائے

مدینہ کی پھر یاد آنے لگی جنونِ محبت بڑھانے لگی
تصوّر میں کس کو یہ لانے لگی مرے دل پہ بجلی گرانے لگی

محبّت کے کرشموں کا یوں ذکر کرتے ہیں ؎

اے ناداں نہ سمجھے گا یہ اسرارِ محبّت ہے کبھی رنجور ہو جانا کبھی مسرور ہو جانا
یہ اکرامِ محبّت ہے یہ انعامِ محبّت ہے کہ اسکے فضل سے ذاکر کا بھی مذکور ہو جانا
یہی جانِ محبّت ہے یہی روحِ اطاعت ہے ترا مختار ہونا اور مرا مجبور ہو جانا

وہ ان کا رفتہ رفتہ بندۂ بے دام ہوتا ہے
محبّت کے اسیروں کا یہی انجام ہوتا ہے

سالکین کو یوں تعلیم دیتے ہیں ؎
خودی ہے اور خود رائی جسے دیکھو ہے مولائی
مرض ہے بس یہی اب عام مولانا لئیق احمد
خودی اپنی مٹائیں اور خود رائی سے باز آئیں
یہ سب ہیں عشق کے احکام مولانا لئیق احمد
فنا کرتے نہیں اپنا ارادہ ان کی مرضی میں
محبّت ہے اسی کا نام مولانا لئیق احمد

مولانا کا مطمحِ نظر وہ نہیں ہے جو عام شاعروں کا ہوتا ہے اس لئے ان کے کلام میں شاعرانہ فنکاری کی نمائش نہیں ہے، ان کا کلام عارفانہ و مربیانہ ہے۔

مجھے اُمّید ہے کہ مولانا کا کلام پڑھ کر بہت سے دل درد آشنا ہو جائیں گے اور بہتیرے لوگوں میں خدا شناسی کی لگن پیدا ہو گی۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی
مئو اعظم گڈھ
۲۷ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

از حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مفتی دار العلوم دیوبند

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتابگڈھی دامت برکاتہم جو حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ یادگار ہیں اور نقشبندیت وچشتیت دونوں رنگوں کے سنگم ہیں۔ احقر کے نزدیک مولانا موصوف کی نسبت مع اللہ اس درجہ قوی ہے جس کی مثال نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ بڑے بڑے اہلِ علم وفضل مولانا کی ایک ہی مجلس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ آپ کا فیض ہر عام وخاص سب پر ابرِ باراں کی طرح فراواں ہے۔

حضرت مولانا کے عاشقانہ اور عارفانہ کلام کا مجموعہ "عرفانِ محبّت" کے نام سے طبع ہونے کی خبر نے دل وجان کو مسرور کیا۔

مولانا کا ہر شعر مولانا کے جذب وکیف اور نسبتِ باطنی کی رفعتوں کا اہلِ نظر اور اہلِ دل کے لئے غماز ہے اور ناآشنائے درد کو آشنائے درد اور بسمل کرتا ہے۔ اب اس کی طباعت سے اسکے افادیت کی تعمیم باعث صد مسرّت ہے۔ انشاء اللہ طالبینِ حق کے لئے اس کا مطالعہ باعثِ کیف وسرور اور موجبِ نشاط قلب وروح ہوگا۔

حق تعالیٰ شانہ، اس کتاب "عرفانِ محبّت" کو اپنے بندگان کی ہدایت اور ازدیاد محبّت و معرفت اور صفت اجتباؤ جذب کا ذریعہ بنادیں، آمین، اور شرف قبولیت بخشیں۔ آمین

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

از حضرت محی السنۃ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم ناظم دعوۃ الحق

ہردوئی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد!

حضرت شیخ المشائخ مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتابگڈھی دامت برکاتہم کے عارفانہ کلام کا مجموعہ بنامِ "عرفانِ محبت" طبع ہونے کی خبر سے نہایت مسرت ہوئی کیونکہ اب اس خوانِ معرفت و محبّت سے عامۃ الخلائق بھی مستفید ہو سکے گی۔ حضرت مولانا جس طرح خود سراپا عشق و محبّت ہیں، اسی طرح حضرت کا کلام بھی عشق و محبّت کا آئینہ دار اور طالبین کے لئے سلوک عشق کا شمع رہنما ہے، نیز ہر شعر مولانا کی نسبت مع اللہ کے انوار و برکات کا حامل اور دوسروں تک بھی حسب استعداد آثار نسبت کو متعدی کرنیوالا ہے۔

یہ کتاب اسم اور مسمّٰی دونوں ہی اعتبار سے الہامی معلوم ہوتی ہے اور یہی تاثر اس زمانے کے دیگر اکابر علماء و صلحاء کے قلوب بھی محسوس کرتے ہیں۔ بالخصوص ہمارے حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری قدس سرّہٗ نے تو حضرت کے مکان پر فرمایا تھا کہ مولانا پرتابگڈھی کے انوار مجھے زمین سے آسمان تک محسوس ہو رہے ہیں۔

مولانا کا عاشق حق ہونا ایسا بدیہی ہے کہ جس نے ایک مرتبہ بھی مولانا کی صحبت و

مجالست پالی وہ مولانا کے جذب وکیف اور محبّت و معرفت کے مخصوص رنگ کو دیکھ کر حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمان صاحب گنج مراد آبادی قدس سرّہٗ کی زندہ تاریخ اور سوانح پاتا ہے۔

چنانچہ بلگرام میں ایک دفعہ ۱۹۷۶ء میں مولانا موصوف کے ایک وعظ کے بعد میں نے سامعین سے گذارش کی تھی کہ آج آپ لوگوں نے گویا حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب قدس سرّہٗ کا وعظ سُن لیا۔

دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس "عرفانِ محبت" کو شرفِ قبول اور حسنِ قبول بخشیں اور اس کی نافعیت کو عام وتام فرمائیں۔

ابرار الحق

۱۳؍ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

تعارفُ

ازحضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہٗ ناظم مجلس اشاعت الحق

کراچی۔پاکستان

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ!

حمد تیری اے خدائے لم یزل ہے یہ اپنی زندگی کا ماحصل
نام تیرا میرے دل کی ہے دوا ذکر تیرا روح کی میرے شفا

جب زباں پر محمدؐ کا نام آگیا دوستو! زندگی کا پیام آگیا
آپ کی مدح انسان کیا کر سکے عرش سے جب درود وسلام آگیا

بیشک حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی معرفت ہی کے لئے انسان کو پیدا فرمایا اور اس کے خمیر میں اپنی محبت ودیعت فرمائی اور اپنی ذات وصفات کی معرفت ہی کے لئے اپنا کلام پاک نازل فرمایا اس لئے کہ جسقدر معرفت کسی ذات کی اس کے کلام سے ہوتی ہے کسی اور چیز سے نہیں ہوسکتی کیونکہ کلام کو متکلم سے بلا واسطہ نسبت ہوتی ہے اور متکلم کی خصوصیات اس کے کلام میں پوشیدہ ہوتی ہیں، چنانچہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

چیست قرآں اے کلام حق شناس رونمائے ربّ ناس آمد بناس

اور معرفت ہی پر محبّت موقوف ہے پس حق تعالیٰ کی معرفت ومحبّت دونوں ہی کلام اللہ

سے وابستہ ہے، اسی طرح ہر متکلم اپنے کلام سے پہچانا جاتا ہے اور اس کے خصوصیات کی جھلک اس کے کلام میں نظر آتی ہے، چنانچہ اہل محبت کے کلام میں محبت کی گرمی و چاشنی اور اہلِ دل کے کلام میں جذب و کشش محسوس ہوتی ہے، اولیائے امت پر اپنے فرق مراتب کے ساتھ مختلف الوان کا غلبہ ہوتا ہے، کسی پر کوئی رنگ غالب ہوتا ہے کسی پر کوئی۔ چنانچہ کسی پر فنا و تواضع کا غلبہ ہوتا ہے کسی پر غیرت کا، کسی پر محبت کا اور کوئی تو بحر محبت میں غرق ہو کر سراپا محبت ہی ہو جاتا ہے، پھر جو کوئی صدق طلب کے ساتھ ان کی خدمت میں جاتا اور ان کے کلام کو سنتا ہے وہ بھی اسی رنگ میں رنگ جاتا ہے یا کم از کم محبت کا چھینٹا تو اس پر ضرور ہی پڑ جاتا ہے۔

شیخ المشائخ بقیۃ السلف حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتابگڈھی دامت برکاتہم یقیناً اس شان محبت و تواضع میں ممتاز و منفرد ہیں اور آپ کی شان آپ کے کلام سے بخوبی نمایاں ہے۔ آپ کے کلام میں اللہ تعالیٰ نے عجیب تاثیر رکھی ہے اور آپ کی صحبت میں بڑی برکت محسوس ہوتی ہے۔ آپ کا وعظ خواہ منظوم ہو یا غیر منظوم عجیب و غریب کیفیات کا حامل اور انوار نسبت سے معمور ہوتا ہے بالخصوص اثنائے مجلس میں جب کبھی اپنے مخصوص انداز میں اپنے کلام کے ساتھ مترنم ہوتے ہیں اور خود ہی اس کی توضیح و تشریح بھی فرماتے جاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علوم و معارف کا دریا موجزن ہے اور سامعین پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

موصوف نے اپنے مقام عالی کو تواضع و انکسار کے پردہ میں ایسا مستور کر رکھا ہے جس کی سبب سے بسا اوقات بعض ظاہر بینوں کو دھوکا ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت ہی کا یہ شعر ہے ؎

میری صورت دیکھ کر مت کھائیے ہرگز فریب ہیں بہاریں سیکڑوں پنہاں دل برباد میں

حالانکہ یہی تواضع اور کسر نفسی تو رفعت مقام اور عظمت شان تک پہونچنے کا زینہ ہے جیسا

کہ حدیثِ پاک میں ہے من تواضع للہ رفعہ اللہ اور اسی فنا و نیستی سے اہل اللہ کو وہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ وہ دنیا و مافیہا سے مستغنی ہو کر بزبانِ حال گویا اس کے ساتھ مترنم ہوتے ہیں ؎

مبیں حقیر گدایانِ عشق را کیں قوم شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند

اور واقعی یہ وہ دولت ہے کہ بڑی سے بڑی سلطنت اس کے مقابل ہیچ در ہیچ ہے، چنانچہ اہل اللہ بہانگ دہل فرماتے ہیں کہ ہمارے سینوں میں وہ دولت ہے کہ اگر اس کی قدر بادشاہوں کو معلوم ہو جائے تو اس کے لئے وہ ہم پر چڑھائی کریں۔ اگرچہ وہ چڑھائی کرنے سے نہیں ملتی بلکہ خلوص نیت کے ساتھ اتباع سنت اور اہل اللہ کی خدمت کی برکت سے جب حق تعالیٰ کا فضل و کرم اور ان کی نظر عنایت ہوتی ہے تب یہ دولت میسّر آتی ہے۔ محض زبان کی صفائی اور خامہ فرسائی بھی اس کے لئے کافی نہیں جیسا کہ حضرت خود فرماتے ہیں ؎

نہ پائینگے کبھی اہلِ جنوں کی شانِ یکتائی کریں اہلِ خرد تا عمر چاہے خامہ فرسائی

اور فرماتے ہیں ؎

خدا سے گر تعلق ہو گیا پیدا تو سب کچھ ہے نہیں تو کچھ نہ کام آئیگی یہ تیری گل افشانی

حضرت کا مجموعۂ کلام جلد ہی طبع ہونے والا ہے بلاشبہ اس کا ہر شعر معرفت میں ڈوبا ہوا اور ہر غزل محبت سے لبریز ہے اس لئے اس کو عرفان محبت ہی کے نام سے موسوم ہونا چاہیئے چنانچہ ایک خاص مجلس میں اس کے نام سے متعلق تذکرہ ہوا جس میں حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم بھی تشریف فرما تھے ان حضرات کے مشورہ سے اس کا نام عرفان محبت تجویز ہوا

اور حضرت پرتابگڈھی دامت برکاتہم کا یہ شعر صادق آیا ؎

فرماتے ہیں یہ اہل محبت ہو مبارک ۔۔۔ احمد تیرا دیوان ہے عرفانِ محبّت

یوں تو ہر غزل سے تواضع و محبت نمایاں ہے لیکن بالخصوص صرف محبّت ہی پر صدہا اشعار اس میں موجود ہیں جنمیں الوان محبّت جلوہ گر ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

ہاتھوں میں ہے ہر وقت ہی دامانِ محبّت ۔۔۔ کچھ اور ہی عالم میں ہیں خاصانِ محبّت

رونا کبھی ہنسنا کبھی جلنا کبھی بجھنا ۔۔۔ الوانِ محبّت ہے یہ الوانِ محبّت

اور دوسری غزل میں فرماتے ہیں ؎

اسے نسیان کامل غیر سے واللہ ہے حاصل ۔۔۔ عجب کچھ شان دیکھی ہیں نے بیمارِ محبت میں

محبّت تیری یہ برکت محبت تجھ پہ صد رحمت ۔۔۔ نہیں پندار دیکھا میں نے سرشارِ محبت میں

اہل اللہ فرماتے ہیں کہ محبت فنا فی المحبوب کا نام ہے ظاہر ہے کہ اس کے بعد پندار کہاں باقی رہ سکتا ہے مندرجہ بالا دونوں شعر میں برکتِ محبت سے اسی کو تعبیر فرمایا ہے اس کے بعد تاثیر محبّت کا ذکر فرماتے ہیں کہ ؎

محبّت کے جو دیوانے ہیں انکا حال تو یہ ہے ۔۔۔ مزہ آتا ہے ان کو صرف اذکارِ محبّت میں

جسے بھی اک نظر دیکھیں وہی ہو جائے دیوانہ ۔۔۔ رسائی جن کی ہے اے دوست دربارِ محبّت میں

پھر حکیمانہ انداز میں اس کی طرف متوجہ فرماتے ہیں کہ ؎

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائیں کچھ کہہ نہیں سکتا ۔۔۔ جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبّت میں

پھر اس کے بعد ناصحانہ انداز میں اس کی تحصیل کا طریق تعلیم فرماتے ہیں ؎

نہ مہکے گا تو خوشبوئے محبّت سے قیامت تک ۔۔۔ جلے گا تو نہ جبتک شوق سے نارِ محبّت میں

پکڑ لے ہاتھ جو انکا وہی محبوب تک پہونچے ۔۔۔ خوشا یہ شانِ محبوبی فداکارِ محبّت میں

اور اس غزل کا آخری شعر ہے ؎

خدا کا فضل ہے ورنہ میں اس قابل نہ تھا احمدؔ
کہ میں نے آگ جو بھر دی ہے اشعارِ محبّت میں

دیکھئے ایک ہی غزل کے یہ چند اشعار ہیں لیکن اس میں ایک زبردست وعظ فرمادیا اور طریق کا اہم مسئلہ کس آسانی سے واضح فرمادیا۔ موصوف کے اشعار کی یہی خصوصیت ہے کہ ہر شعر مستقل ایک وعظ اور علوم و معارف کا ایک ایک باب ہے۔ یہ محض شاعری نہیں بلکہ یہ سب واردات قلبیہ ہیں۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کے بارے میں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ "خواجہ صاحب تصوف کے دقائق وغوامض اپنے اشعار میں ادا کرتے ہیں۔"

اسی طرح میں کہتا ہوں کہ حضرت مولانا پرتابگڈھی شریعت کے اسرار وحکم اور طریقت کے علوم ومعارف اور تصوف کے دقائق وغوامض کو نہایت آسانی سے سادہ الفاظ میں بیان فرماتے جاتے ہیں۔ حضرت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

اے ناداں نہ سمجھے گا یہ اسرارِ محبّت ہیں — کبھی رنجور ہو جانا کبھی مسرور ہو جانا
بجز اسکے کہوں کیا تیری نظروں کی کرامت ہے — کسی کا مے نہ پینا اور پھر مخمور ہو جانا
یہ اکرامِ محبت ہے یہ انعامِ محبّت ہے — کہ اسکے فضل سے ذاکر کا بھی مذکور ہو جانا
وہ مالک ہیں جسے چاہیں نوازیں اپنی رحمت سے — نہیں دیکھا ہے کیا ذوالنار کا ذوالنور ہو جانا
اگر آزاد ہم ہوتے خدا جانے کہاں ہوتے — مبارک عاشقوں کے واسطے دستور ہو جانا

ان اشعار میں جو حقائق و معارف بیان کئے گئے ہیں ان کی شرح کا موقع تو نہیں البتہ ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب مضامین الہامی ہیں اور جس طرح فارسی میں مولانا رومؒ کے

کلام کو الہامی کہا جاتا ہے، چنانچہ کہا گیا ہے ؎

مثنویِ مولویِ معنوی ہست قرآں در زبانِ پہلوی

تو حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے اسکی یہی توجیہ فرمائی ہے کہ اسکا یہ مطلب نہیں کہ مثنوی مثل قرآن کے وحی الٰہی ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ بھی الہامی کلام ہے جو منجانب اللہ وارد ہوا ہے۔ اسی طرح عرفان محبت کے بارے میں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ الہامی کلام ہے۔ چنانچہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابتداء میں حضرت کی طبیعت کا رجحان اس طرف بالکل نہ تھا لیکن چالیس سال کی عمر کے بعد اچانک خود بخود اشعار کا بکثرت ورود ہونے لگا حتیٰ کہ بسا اوقات ایسی کیفیت ہوتی کہ اشعار کا دریا اُمڈنے لگتا، حضرت زبانی اشعار بولتے جاتے اور دو دو حضرات قلم کاغذ لے کر بیٹھے رہتے اور ان کو ضبط کرتے جاتے یہ سلسلہ گھنٹوں رہتا لوگ لکھتے لکھتے تھک جاتے اور کبھی کبھی تو ساری رات گذر جاتی مگر یہ سلسلہ منقطع نہ ہوتا ؎

جسے بھی سنایا بیانِ محبّت وہی ہو گیا شادمانِ محبّت

نہ پائے گا ہرگز وہ خوانِ محبّت نہیں دیکھی جس نے دوکانِ محبّت

رہا ہوش اپنا نہ غیروں کا اختر سُنی جب سے میں نے اذانِ محبّت

اور اذانِ محبّت سن لینے کے بعد کیا عالم ہوتا ہے ذرا اس کو بھی سُن لیجئے ؎

قربان وہ کر دیتا ہے جنت کی بہاریں پاتا ہے جو قسمت سے مناجات کا عالم

غائب ہوا جاتا ہے حجابات کا عالم مشہود لگا ہونے مغیبات کا عالم

فیضان محبّت ہے جو آتا ہے نظر آج ایک بندۂ عاصی میں کرامات کا عالم

یہ ہے تیرے قدموں کے نشانات کا عالم کیا ہو گا تیری دید کے لذات کا عالم

کہنے کی نہیں بات یہ کہتا ہوں مگر خیر — پھرتا ہے نگاہوں میں محالات کا عالم
احمد جسے اللہ کی رحمت نے نوازا — ملتا ہے اسے عشق کے نفحات کا عالم

اور سچ تو یہ ہے کہ ان اشعار کا حقیقی لطف اسی وقت آتا ہے جب کہ مولانا خود اپنی زبانِ مبارک سے اپنے مخصوص انداز میں اپنا کلام سناتے ہیں اس وقت جو کیفیت ہوتی ہے وہ تحریر میں نہیں آسکتی اسی کو کہا گیا ہے ؎

گر مصورِ صورت آں دلستاں خواہد کشید — لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

بس بیساختہ یہی پڑھنے کو جی چاہتا ہے کہ ؎

جی اٹھے مردے تری آواز سے — پھر ذرا مطرب اسی انداز سے

حضرت خواجہ صاحب نور اللہ مرقدہ، جن کی شان یہ تھی کہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خلفاء جن میں بڑے بڑے علماء و فضلاء بھی ہوئے جب کسی مجلس میں جمع ہوتے تو سب خاموش رہتے اور متکلم محض خواجہ صاحبؒ رہتے تھے ان کا یہ حال تھا کہ اپنا کلام حضرت کی زبان سے پڑھوا کر سنا اور بہت محظوظ و متاثر ہوئے۔

نیز ہمارے بہت سے اکابر نے اس وعظ منظوم کو سنا ہے چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری قدس سرہٗ تو فرمائش کر کے سنا کرتے تھے۔ آپ کی فرمائش بھی اس عنوان سے ہوتی کہ مولانا کچھ آیا ہے یعنی یہ نہ فرماتے کہ آپ نے کچھ تازہ اشعار کہے ہیں بلکہ یہ فرماتے کہ کچھ وارد ہوا ہے؟ نیز فرماتے تھے کہ آپ کے کلام میں مبتدی، متوسط اور منتہی ہر ایک کے لئے تعلیم موجود ہے۔

واقعی نہایت عارفانہ و محققانہ کلام ہے اور علوم و معارف کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ جی چاہتا ہے کہ چند اشعار اور نقل کر دوں سنئے فرماتے ہیں ؎

یاد کا ان کی چھایا جب عالم فرش آیا نظر عرشِ اعظم
جبتک ان سے نہ نسبت ہو محکم کوئی شادی ہے شادی نہ غم غم
ان کے جلووں کی رنگیں بہاریں دیکھتے دیکھتے سو گئے ہم
کھل گئی جب سے چشمِ بصیرت اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم
یہ ہے ان کا کرم ورنہ احمد
خاک ہیں خاک اور کچھ نہیں ہم

زندگی پر بھی مولانا کے بہت سے اشعار ہیں جسمیں عجیب و غریب مضامین ہیں اس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

ملتی ہے اہل محبت کو زبانِ زندگی اور کوئی کر نہیں سکتا بیانِ زندگی
ہو گئے پیدا جہاں میں طالبانِ زندگی تم نے جب دنیا میں دی آ کر اذانِ زندگی
میں تو اس قابل نہ تھا لیکن جنوں کے فیض سے کھول دی ہے میں نے بھی احمد دکانِ زندگی

اور حضرت کا ساقی نامہ تو نہایت وجد آفریں ہے اور ساتھ ہی وعظ و نصیحت سے بھی لبریز ہے فرماتے ہیں ؎

سناؤں داستانِ عشق میں کس کو یہاں ساقی نظر آتا نہیں جب ہائے کوئی رازداں ساقی
دلوں میں اب نہیں باقی رہا سوزِ نہاں ساقی مے توحید کے طالب نہیں پیر و جواں ساقی
کرامت آپ کی دیکھی عیاں ساقی نہاں ساقی ادھر ساقی ادھر ساقی یہاں ساقی وہاں ساقی
میں ڈرتا ہوں نہ مٹ جائے سلف کی داستاں ساقی نظر آتا ہے اب کچھ اور ہی رنگ جہاں ساقی

اس کے بعد اللہ کے فضل و کرم پر نظر کر کے رجاء کو غالب فرماتے ہیں ؎

مٹا سکتا نہیں کوئی مرا نام و نشاں ساقی کرم سے آپ جب خود ہی ہیں میرے پاسباں ساقی

مقام عشق ہے سمجھے گا اس کو راز داں ساقی　　میں وہ میخوار ہوں جسکا ہے اب سارا جہاں ساقی

سناتا میں بھلا کیا عشق کی یہ داستاں ساقی　　پس پردہ کوئی رہتا ہے ہردم نغمہ خواں ساقی

کوئی اس لطف کو احمد سے پوچھے کوئی کیا جانے
کبھی ہے میہماں ساقی کبھی ہے میزباں ساقی

اور فرماتے ہیں ؎

محبت درحقیقت دوستو فیضِ رسالت ہے　　محبت ہی میں پنہاں دین و دنیا کی سعادت ہے

محبت جس کو حاصل اسکو حاصل استقامت ہے　　کوئی بھی حال ہو ہر حال ہی میں اسکو راحت ہے

کرم سے اپنے بخشی مجھ کو توفیق انابت ہے　　یہ وہ دولت جو واللہ رشک صد کرامت ہے

واقعی انابت الی اللہ بڑی دولت ہے اس لئے کہ اس سے مقبولیت عند اللہ اور قرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے جس کے سامنے صدہا کرامات ہیچ ہیں اس لئے کہ ان کو قرب میں کوئی دخل نہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے　　ہے ملک کو جسکی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

تیرا ذکر ہے تری یاد ہے ترا نام تیرا پیام ہے　　ہے اگر نصیب تری رضا تو یہ ہجر جانِ حضور ہے

عام طور پر ہجر کی شکایت کیجاتی ہے لیکن مولانا نے اس کو اس نئے عنوان سے پیش فرمایا کہ ہجر کو بھی لذیذ و مرغوب بنا دیا فرماتے ہیں ؎

بخشا کسی کو قرب و حضوری　　اور کسی کو لذت دوری

قرب کی لذت لوٹنے والو　　جان محبت ہے غمِ دوری

ان کی مرضی پیشِ نظر ہے　　کیسی قربت کیسی دوری

ہوتی نہ یوں تکمیل محبت　　اپنی تمنا ہوتی جو پوری

ہر جلوہ پردہ ہے احمد
قربت ہے اور پھر بھی ہے دوری

— اسی طرح فرماتے ہیں ؎

خوشی دیکھتے ہیں نہ غم دیکھتے ہیں — ہم ان کی نگاہِ کرم دیکھتے ہیں
کبھی دل میں سوزِ عجم دیکھتے ہیں — کبھی دل کو سازِ حرم دیکھتے ہیں
فیوضِ درِ محترم دیکھتے ہیں — کسے کیا خبر اب جو ہم دیکھتے ہیں

— نیز فرماتے ہیں ؎

تو سمجھتا اسے کیوں حضوری نہیں — جبکہ دوری میں احساس دوری نہیں
ہوگیا محو کچھ اس طرح دید میں — اب حضوری میں ہوش حضوری نہیں
میری دوری پسند ان کو ہے دوستو! — اب تو دوری سے بڑھکر حضوری نہیں

— پروانے کا عشق تو مشہور ہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے — دیا پیام کچھ ایسا سکوت صحرا نے
کمال یہ ہے کہ آواز تک نہیں آتی — وفورِ شوق میں یوں جل رہے ہیں پروانے

— مگر اس سے بھی ارفع ایک اور مقام ہے جس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں ؎

کمالِ عشق تو مر مر کے جینا ہے نہ مر جانا — ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں ہائے پروانے

جب کوئی ہمکلام ہوتا ہے — دل کا برہم نظام ہوتا ہے
حُسن کا انتظام ہوتا ہے — عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے
عشق کی اک نگاہ سے احمد — ذرّہ ماہِ تمام ہوتا ہے

— مولانا نے اپنے کو ایسا مٹا رکھا ہے کہ واقعی فنا فی المحبوب کا صحیح نمونہ اور اپنے

ان اشعار کے پورے پورے مصداق ہیں ؎

قیامت ہے ترے عاشق کا مجبور بیاں رہنا ۔ زباں رکھتے ہوئے بھی اللہ اللہ بے زباں رہنا

یہ فیضانِ محبت ہے، یہ احسانِ محبت ہے ۔ سراپا داستاں ہوتے ہوئے بے داستاں رہنا

یہ معراجِ محبت ہے، یہ اعجازِ محبت ہے ۔ کہ سلطانِ جہاں ہو کر بھی بے نام و نشاں رہنا

یہی شانِ محبت ہے، یہی آنِ محبت ہے ۔ انہی کا ہو کے رہنا چاہیئے کچھ بھی ہو جہاں رہنا

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آ جائے ۔ حریمِ دل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

کہاں تک نقل کیا جائے کُل منتخب ہی اشعار ہیں خدا کرے "عرفانِ محبّت" جلد طبع ہو کر منصۂ شہود پر آئے اور سب کو انتفاع کی توفیق ہو۔ آمین

اس تعارف کی ابتدا تیمناً مولانا کی حمد و نعت کے دو شعر سے کی تھی اب انتہا بھی موصوف ہی کے چند اشعار پر کرتا ہوں تاکہ ابتدا و انتہا دونوں کی برکت سے درمیانی حصہ بھی متبرک ہو کر قبول ہو جائے اور مفید و نافع ثابت ہو ؎

ہوا محسوس جیسے مل گئی کونین کی دولت ۔ مقدر سے ترے پہلو میں جب میں نے جگہ پائی

میں اس پر جان و دل سب کچھ کروں قرباں نہ کیوں آخر ۔ کرم سے جسکے دردِ لا دوا کی بھی دوا پائی

سنیں یہ بات میری گوشِ دل سے جو میں کہتا ہوں ۔ میں اُن پر مر مٹا تب گلشنِ دل میں بہار آئی

عجب عالم ہوا اللہ اکبر اہلِ محفل کا
حدیثِ عشق کی احمدؔ نے جب بھی شرح فرمائی

محمّد اختر

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ ۔ مقیم حال اشرف المدارس ہردوئی

"عرفانِ محبّت"، ایک اِجمالی تبصرہ

از جناب محبِّ مکرم شمس الرحمٰن فاروقی زید مجدہم

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی المتخلص بہ احمدؔ مغتنمات روزگار میں سے ہیں۔ اگر وہ شریعت وطریقت اور درد وسوز وتب وتاب عشق کے زندہ پیکر کی حیثیت سے حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوریؒ اور حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ کے پیرو اور پرتو ہیں، تو تصوف اور علم وفضل کے امتزاج میں وہ حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحبؒ تھانوی اور حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے قول وعمل کا نمونہ ہیں۔ ان سب حضرات پر کسی نہ کسی واسطے سے شیخ العرب والعجم حضرت مہاجر مکیؒ کے انوار کی چھینٹ پڑی ہے۔ اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب احمدؔ پرتاپگڈھی کا رشتہ شیخ العرب والعجمؒ سے ایک اور طریق سے استوار ہے کہ دونوں نے اپنے عارفانہ واردات اور تعلق مع اللہ کی کیفیات سے مجبور ہو کر شعر کو بھی اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے۔ حضرت مولانا احمدؔ صاحب اطال اللہ عمرہم ومد فیوضہم کے کلام میں عشق کی سرمستی اور منازل ومقامات عرفان کے ذکر کے ساتھ پند وموعظت کی بھی ایک لطیف لہر ہے اور لطف یہ کہ استغراق فی المحبوب کا رنگ پند وموعظت کے دھارے میں بہہ نہیں جاتا، بلکہ اس دھارے کی صبغت الٰہی کیفیت کو تیز تر کر دیتا ہے۔

"عرفانِ محبت" حضرت شاہ پرتاپگڈھی کے کلام کا مجموعہ ہے اور در حقیقت سراسر مئے عرفان سے لبریز کلام کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ حضرات چشتیہ کے یہاں ایک طرح کی محویت اور گمشدگی

کی کیفیت ہوتی ہے تو حضرات نقشبندیہ اور مجددیہ کیلئے مقامات عرفان میں سامان تدبر و تفکر ہوتا ہے حضرت احمد پرتاپگڈھی کا کلام بیک وقت محویت اور تفکر کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن اس کی سب سے بڑی صفت اسکی شادابی اور روانی ہے۔ معلوم ہوتا ہے انوار و معارف متکلم کے دل سے ہوکر اسکی زبان پر ٹھنڈی میٹھی بارش کی پھوار کی طرح برس رہے ہیں۔ کہیں کوئی روک ٹوک نہیں، شاعر الفاظ کو موزوں نہیں کر رہا ہے بلکہ ایک فوارہ ہے جو ابلتا چلا آرہا ہے۔ اس کلام میں یبوست اور کاوش ذہنی کا نام نہیں۔ بقول فیضیؔ ؎

می کشد شعلہ سرے از دل صد پارۂ ما　　　جوش آتش بود امروز بہ فوّارۂ ما

کلام کی یہ روانی اور یہ گرمی ایک طرف تو کمالات شاعرانہ کی مظہر ہے تو دوسری طرف اس بات پر بھی دال ہے کہ حضرت دامت برکاتہم کا سارا وجود مرہونِ حدیثِ مہر و وفا ہے۔ حضرت شاہ پھولپوری صاحبؒ کی خدمت میں ایک صاحب نے بعض دنیاوی اور دنیادارانہ معاملات پر استفسارات بھیجے تو حضرت نے جواب میں حافظ کا یہ شعر لکھ کر بھیج دیا ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم　　　از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

علیٰ ہٰذا القیاس حضرت مولانا احمد پرتاپگڈھی کا کلام سراپا حکایتِ مہر و وفا ہے۔ وہ اس منزل و مقام سے کلام کرتے ہیں جہاں دوری اور حضوری میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ کیونکہ اگر دوری من جانب اللہ ہو تو وہ بھی حضوری کا حکم رکھتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

ہجر میں بھی وصال کا عالم　　　ہو کے مہجور بھی نہیں مہجور
دور ہو کر بھی ہے کوئی نزدیک　　　اور نزدیک رہ کے کوئی دور
شان ان کی عجیب ہے ان سے　　　کوئی نزدیک ہے نہ کوئی دور
عشق کے فیض سے بحمد اللہ　　　ہجر میں پا رہے ہیں کیفِ حضور

کیونکہ جب نسبت صحیح اور تعلق قوی ہو تو ؎

ان سے نسبت جب ہوئی حاصل　　بن گئے طاعت سارے مشاغل
ان کے تصور کے عالم میں　　دید کی لذت ہوگئی حاصل

کبھی کبھی جب بے اختیار ہونے لگتے ہیں تو کہہ اٹھتے ہیں ؎

کہنے کی نہیں بات یہ کہتا ہوں مگر خیر　　پھرتا ہے نگاہوں میں محالات کا عالم

ورنہ عام طور پر سرمستی یا دردمندی کی کیفیت کا اظہار ایک عجب انداز دلربائی سے ہوا ہے ؎

ارے ناداں نہ سمجھے گا یہ اسرارِ محبت ہیں
کبھی رنجور ہوجانا کبھی مسرور ہوجانا
یہی جانِ محبت ہے یہی روحِ اطاعت ہے
ترا مختار ہونا اور مرا مجبور ہوجانا

پہلے احمد مجھے دردِ الفت ملا　　رفتہ رفتہ وہی درد دل ہوگیا
لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بسمل نہیں

حضرت احمد پرتاپگڈھی کا کلام بظاہر فنی پیچیدگیوں سے عاری ہے اور بے پناہ آمد کا تأثر پیدا کرتا ہے۔ بعض اوقات معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کی طبع ناطق لسانی تعینات کو توڑ ڈالنا چاہتی ہے، لیکن جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوتی ہے وہاں فنکارانہ نزاکتوں سے بھی کام لیا گیا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعلیم صاحب آسی سکندرپوری کے یہاں نکات وغوامض کی کثرت ہے اس لئے ان کا کلام عام فہم نہیں۔ حضرت مولانا پرتاپگڈھی کے یہاں کیفیات و واردات کا براہ راست بیان ہے لہٰذا ان کے اشعار" از دل خیزد بر دل ریزد" کا انداز رکھتے ہیں۔ اس بنا پر انکی فنی نزاکتیں فوراً نمایاں نہیں ہوتیں اور غور کا مطالبہ کرتی ہیں ؎

اسے نسیانِ کامل غیر سے واللہ ہوتا ہے
عجب کچھ شان دیکھی میں نے بیمارِ محبت میں

اس شعر میں لفظ "غیر" کے ساتھ "واللہ" عجب لطف رکھتا ہے۔ کیونکہ نسیانِ کامل تو غیر سے ہے اور توجہ پوری پوری اِلی اللہ ہے۔ ایسے موقع پر اللہ کی قسم کھانا کمالِ بلاغت ہے۔ اسی طرح مندرجہ ذیل شعر میں مشاہدہ اور احساس میں بڑا لطیف فرق قائم کیا گیا ہے ؎

تو سمجھتا اسے کیوں حضوری نہیں　　جبکہ دوری میں احساسِ دوری نہیں

پھر ایک قولِ محال نظم کیا گیا ہے ؎

ہو گیا محو کچھ اس طرح دید میں　　اب حضوری میں ہوشِ حضوری نہیں

یہ سیر فی اللہ کا مقام ہے جہاں کوئی کیفیت نہیں۔ اسی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ؎

یہ معراجِ محبت ہے یہ اعجازِ محبت ہے　　کہ سلطانِ جہاں ہو کر بھی بے نام و نشاں رہنا

اربابِ نظر سے پوشیدہ نہ ہوگا کہ مصرعِ اولیٰ کے دونوں کلیدی الفاظ "معراج" اور "اعجاز" صرف اس لئے بھلے نہیں لگ رہے ہیں کہ ان میں ترصیع کی کیفیت ہے۔ یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ معراجِ رسول خود اعجازِ رسول تھی، اور یہ بھی کہ سلطانی کے باوجود بے نام و نشانی ایک طرف معجزہ ہے تو عشق کی بلند ترین منزل بھی ہے۔

ہماری شعری روایت میں تضمین کے فن کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ تضمین کے ذریعہ شاعر ایک دوسرے کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ کسی شعر میں جو مضمون یا معنی بیان ہوئے ہیں ان کی توسیع و ترقی کرتے ہیں۔ حضرت مولانا نے تضمین سے ملتی جلتی ایک اور صنف ایجاد کی ہے کہ اگلوں کے شعر میں تھوڑا بہت تصرف اور ترمیم کر کے شعر کی کایا ہی پلٹ دی جائے۔ اس طرح شعر میں کوئی عارفانہ یا حکیمانہ بات تو بیان ہی ہو جاتی ہے، اس کے

مستزاد یہ کہ حضرت مولانا کا مطمح نظر اور طریق فکر بھی واضح ہو جاتا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں ؎

شعر

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالبؔ کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

ترمیم حضرت اقدس:

عشق کی شان نرالی ہے انوکھی احمدؔ کہ لگائے سے لگے اور بجھائے نہ بجھے

اس ترمیم کے ذریعہ حضرت نے عشق کا اصل مرتبہ در معرفت کا اصل طریقہ بیان کر دیا کہ یہ انسان کے بس میں ہے کہ وہ اپنا دل اللہ کی طرف مرکوز کر دے اور اپنے نفس کو خطرات ماسوا سے خالی کر دے اور جب ایک بار دل کو یکسو کر لیا اور اسمیں آتش شوق بھڑک اٹھی تو پھر لذت اور ابتہاج رگ و پے میں اس طرح دوڑ جاتے ہیں کہ عشق الٰہی وظیفۂ حیات بن جاتا ہے۔ مجازی عشق میں تو تخفیف ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا مقصود ہستئ انسانی ہے جس کا حسن مائل زوال ہے۔ لیکن حقیقی عشق جس کا مقصود ذات الٰہی ہے اسمیں تخفیف ممکن نہیں، کیونکہ ذات الٰہی اور جمال الٰہی کو کوئی زوال نہیں۔

شعر: عشق نے غالب نکما کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

ترمیم حضرت اقدس:-

عشق نے احمدؔ مجلّیٰ کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

یہاں حضرت نے پھر عشق حقیقی اور عشق مجازی کا فرق واضح کیا ہے۔ عشق مجازی وہ ہے جو انسان کو دین و دنیا کے کام کا نہیں رکھتا۔ اس کا اثر تخریبی اور اس کا نتیجہ شخصیت کا زوال ہوتا ہے۔ عشق دراصل وہ محرک ہے جو آدمی کو درجہ انسانیت پر فائز کرتا ہے۔ اگر عشق نہیں تو سوز نہیں اور جب سوز نہیں تو انوار نہیں۔ حقیقی عشق وہ ہے جو دل کو انوار کا مرجع بناتا ہے اور جب تک دل مرجع انوار نہ ہو انسان صرف نام کا انسان ہے۔ وہ عشق ہی نہیں جسمیں حرمان ہو۔ خواجہ شیراز ابھی امید و بیم کی منزل میں ہیں اور فرماتے ہیں ؎

عشق می ورزم وامید کہ این فن شریف   چون ہنرہائے دگر موجب حرمان نہ شود

حضرت اقدس پورے ایقان کے ساتھ فرماتے ہیں کہ اگر عشق نہیں ہے تو انسان ہی نہیں۔

شعر:-

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ   کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

ترمیم حضرت اقدس:-

کہہ رہا ہوں میں ہوش میں کیا کیا   کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی

حضرت مجدد صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ اقوال واعمال جو اہل دل حضرات سے عالم سکر میں سرزد ہوتے ہیں ان کا اتباع نہ چاہئے، کیونکہ وہ ان سے ہی مخصوص ہیں اوروں کے لئے مستند اور معتبر نہیں۔ حضرت اقدس اس نکتے کے دوسرے پہلو کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ معرفت کے حقائق وغوامض وہی مستند ہیں جو عالم صحو میں بیان کئے جائیں۔ اور عارف باللہ انھیں اسی لئے بیان کرتا ہے کہ وہ لوگوں تک پہنچیں اور ان کے دماغ و دل میں انقلاب پیدا کریں کہ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ارشاد باری ہے۔ روایتی شاعر تو اپنے جنون پر شرمندہ ہے اور عارف اس بات کی دعا کرتا ہے کہ وہ پورے ہوش وحواس کے ساتھ اور پوری ذمہ داری کے ساتھ جو بات کہہ رہا ہے وہ لوگوں تک پہنچے عالم ہوش سے مراد عالم عقل نہیں بلکہ عارفانہ ذمہ داری کا عالم ہے۔ شعر:-

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز   کانٹوں سے بھی نباہ کئے جارہا ہوں میں

ترمیم حضرت اقدس:-

گلشن سے عشق ہے مجھے گل ہی نہیں عزیز   کانٹوں کو دل سے پیار کئے جارہا ہوں میں

اس ترمیم کے ذریعہ حضرت نے اپنے عارفانہ کمال اور شاعرانہ کمال دونوں کا حق ادا کر دیا ہے۔ اصل شعر میں "گلشن پرست" کا فقرہ نہ صرف یہ کہ شرعی اعتبار سے مخدوش

تھا بلکہ شاعرانہ اعتبار سے کانٹوں سے نباہ کرنے سے متغائر بھی تھا۔ کیونکہ "نباہ کرنا" اس وقت بولتے ہیں جب کسی ایسی چیز کو انگیز کرنا پڑے جس سے طبیعت ابا کرتی ہو اور جب خود کو گلشن پرست کہہ دیا تو گلشن کی ہر چیز مرغوب ٹھہری، ایسی صورت میں کانٹوں سے محض نباہ کرنا چہ معنی دارد؟ حضرت اقدسؒ "گلشن پرست ہوں" کی جگہ "گلشن سے عشق ہے" کہہ کر بات کو لطیف تر کر دیا اور حدود شرعیہ سے تجاوز بھی نہ کیا۔ دوسرے مصرع میں کانٹوں کو دل سے پیار کرنے کی بات رکھ دی۔ اس طرح اصل شعر کا نہ صرف سقم دور ہو گیا بلکہ بیان مکمل اور مدلل بھی ہو گیا اور سچے عاشق کی شان پیدا ہو گئی۔ گل سے اگر انوار و تجلیات مراد ہیں تو کانٹوں سے سوز و رنج فرقت مراد ہو سکتا ہے لیکن حضرت کے نظام فکر میں دونوں کا درجہ ایک ہی ہے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں ؎

کمال نے ترے مارا جمال نے مارا — وفور شوق نے امر محال نے مارا
کبھی خوشی کبھی رنج و ملال نے مارا — کبھی یقین کبھی احتمال نے مارا
کبھی جمال بزنگ جلال نے مارا — کبھی جلال بزنگ جمال نے مارا
بچا نہ کوئی ترے حسن فتنہ پرور سے — کسی کو ہجر کسی کو وصال نے مارا

"عرفان محبت" ایک طرف تو اپنی سلاست و حلاوت کے باعث شعر و سخن کے نکتہ دانوں کیلئے مائدۂ لذت ہے تو دوسری طرف جویائے حق اور دانندۂ رموز معرفت کیلئے کنز دقائق۔ ہر شخص اس سے اپنی توفیق کی حد تک لطف اور تربیت حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ ذوق صحیح رکھتا ہو۔ بقول عرفی ؎

سینۂ گرم نہ داری مطلب صحبت عشق — آتشے نیست چو در مجمرہ ات عود مخر

فنا فی العشق کا مقولہ حضرت مولانا کے پورے کلام پر صادق آتا ہے کیونکہ ان کا قلب سوز عشق سے گرم ہے اور ان کا دل بحر عشق کا سفینہ ہے ؎

فرقت میں تیری یاد سے اور ذکر و فکر سے
یوں شعلہ ہائے عشق کو بھڑکا رہے ہیں ہم
ہر چیز کو نگاہِ محبت سے دیکھ کر
طوفان بحرِ عشق میں اب لا رہے ہیں ہم
یہ راز وہ ہے جس کو سمجھتے ہیں اہلِ عشق
کچھ کھو رہے ہیں شوق سے کچھ پا رہے ہیں ہم
احمد تجھے نہ جانا نہ سمجھا تمام عمر
گو ساتھ جا رہے ہیں ترے آ رہے ہیں ہم

شمس الرحمٰن فاروقی

الہ آباد - ۳ر اکتوبر ۱۹۸۷ء

تأثر

از مکرم الحاج ارشاد احمد صاحب زید مجدہٗ

صاحبزادہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی نور اللہ مرقدہٗ

بسمہٖ تعالیٰ

"عرفانِ محبت" میرے والد حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی کے وعظ وبیان، درس وتدریس وتوحید ورسالت کا ایک منظوم مجموعہ ہے۔ اکابرین کے مشورہ سے اس کا نام "عرفانِ محبت" تجویز ہوا۔ جس کی تائید والد صاحبؒ کے حسب ذیل شعر سے ہوتی ہے ؎

فرماتے ہیں یہ اہلِ محبت، ہو مبارک
احمد ترا دیوان ہے "عرفانِ محبت"

"عرفانِ محبت" کی اشاعت پہلی بار ۱۹۸۰ء میں مکتبہ فردوس، مکارم نگر لکھنؤ سے حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے زیرِ اہتمام ہوئی اور اب تک متعدد بار ہو چکی ہے۔ اور ایک بار ۱۹۸۲ء میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے زیرِ اہتمام کتب خانہ مظہری، کراچی پاکستان سے شائع ہوئی۔

یہ کلام عوام وخواص میں بہت مقبول ہوا۔ "عرفانِ محبت" کے کلام میں

تعلیم وتربیت ونورِ محبت ہے، تصوف کے مضامین ہیں۔ تسلیم ورضا، توکل، سلوک وطریقت کے ساتھ اخلاقِ حسنہ کی دعوت ہے۔ دوسری طرف اس میں انسانی مسائل اور عالمِ اسلام میں درپیش مشکلات کا حل بھی موجود ہے ؎

رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھائیے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھائیے

"عرفانِ محبت" کے کلام پر کیا کلام ہو سکتا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ تشنگی ہے عرفانِ محبت سے ہم سب سیراب ہوں اور اذانِ محبت ساری دنیا میں بلند ہو ؎

رہا ہوش اپنا نہ غیروں کا باقی
سُنی جب سے میں نے اذانِ محبت

مجھے بڑی مسرت ہے کہ "عرفانِ محبت" کا چوتھا ایڈیشن شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب دامت برکاتہم کے زیرِ اہتمام مکتبہ دار المعارف الٰہ آباد سے شائع ہو رہا ہے جو انشاء اللہ ہم سب کے لئے نافع ہو گی۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی حیات میں برکت عطا فرمائیں اور ان کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

ارشاد احمد

صابری منزل۔ الٰہ آباد
یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

تمہید

بسمہٖ تعالیٰ   حامداً و مصلیاً و مسلماً

بصد ادب عرض ہے کہ " عرفان محبت" کی ترتیب اور عنوانات کی تجویز کی سعادت حضرت مولانا سید محمد میاں حسنی رح کو نصیب ہوئی۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت مولانا الہ آباد تشریف لائے اور ہمارے مکان ۲/۴۰۷ بخشی بازار کے بیرونی حجرہ میں قیام فرمایا اور اس خدمت کو انجام دیا۔ جس کا ذکر حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رح نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

" اس تحریک میں برادر زادہ عزیز محمد میاں مرحوم کا بڑا حصہ تھا۔ وہ عرصہ سے مولانا سے تقاضا کر رہے تھے کہ مولانا اپنا منتشر کلام جمع کرکے ان کو عنایت فرمادیں تاکہ وہ اس کو مرتب کرلیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اسکا موقع ان کی زندگی میں آگیا۔ انھوں نے اس کو پڑھا اور عنوانات تجویز کیے۔"

اِس اعتبار سے یقیناً حضرت مولانا سید محمد میاں حسنی صاحب رح

"عرفانِ محبت" کے مرتب ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں اس ترتیب پر جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمارے لئے عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی رحؒ کے مجموعۂ کلام مسمیٰ بہ "عرفانِ محبت" کو محبت و معرفت کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

اس کتاب کو اولاً حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی اعظمی نے متعدد بار اپنے مکتبہ فردوس لکھنؤ سے طبع کرایا۔ اب مولانا نے عزیزم مولوی محمد عبد اللہ سلمہٗ کو اس کی طباعت کی اجازت مرحمت فرمادی ہے جس کی وجہ سے وہ اس کی طباعت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر سے بہتر اس کام کو انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

محمد قمر الزمان الہ آبادی

مدرسہ عربیہ بیت المعارف الہ آباد

۱۱ر ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

حمد و نعت
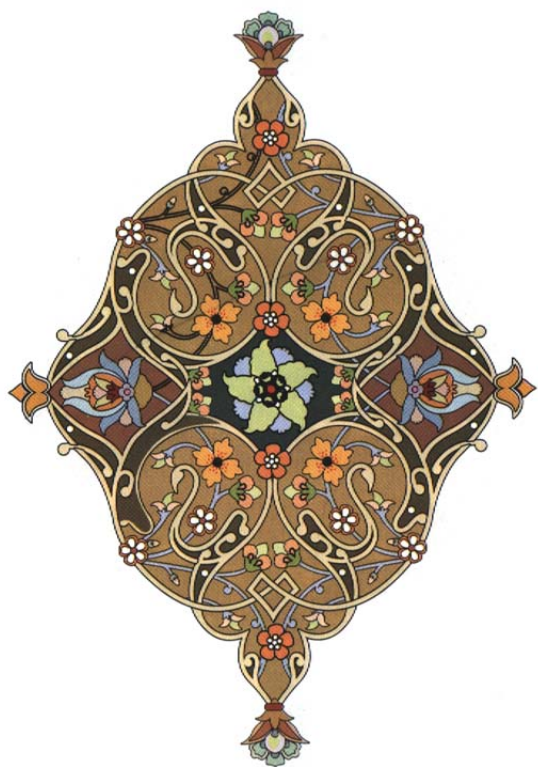
نام تیرا میرے دل کی ہے دوا

حمد تیری اے خدائے لم یزل — ہے یہ اپنی زندگی کا ماحصل
توہی خالق ہے توہی خلّاق ہے — توہی رب انفس وآفاق ہے
تیری قدرت کی نہیں کچھ انتہا — شکر تیرا کیا کسی سے ہو ادا
یا علیمُ یا سمیعُ یا بصیر — توہی قادر اور توہی ہے خبیر
نام تیرا میرے دل کی ہے دوا — ذکر تیرا روح کی میری شفا
یہ زمین وآسماں، شمس و قمر — دیتے ہیں سب ذات کی تیری خبر
توہی مالک توہی رب العالمیں — تیرے در پر جھکتی ہے سب کی جبیں
شان تیری کون سمجھے گا بھلا — ابتدا توہی ہے توہی انتہا
توہی ہے مقصود توہی مدعا — جان ودل کرتا ہوں میں تجھ پر فدا
کید سے شیطان کے یارب چھڑا — اور شرورِ نفس سے مجھ کو بچا

یاالٰہی مجھ کو اب اپنا بنا
کرلے تو مقبول احمد کی دعا

خدا کے سامنے جب شوق سے گردن مری خم ہے

کسی کے سامنے میں کیوں جھکوں پرواہ کیا مجھکو
خدا کے سامنے جب شوق سے گردن مری خم ہے

مجھے ہے ناز اس کی بندگی پر اور غلامی پر
نہیں جس کے علاوہ اور کوئی خلاقِ عالم ہے

غلط ہے غیر پر مجھکو بھروسہ ہے اگر کچھ بھی
بجز اللہ کوئی اپنا مونس ہے نہ ہمدم ہے

سوا اللہ کے کیوں غیر کو حاجت روا سمجھیں
زمین و آسماں اس کا، اسی کا عرش اعظم ہے

ہم ان کو یاد کرتے ہیں، وہ ہم کو یاد کرتے ہیں
یہ وہ دولت ہے جس کے سامنے ہر چیز ہے کم ہے

مبارک مجھکو، میں قربان کردوں کیوں نہ جاں اپنی
اسی کا ذکر ہر دم ہے، اسی کی یاد پیہم ہے

رسولِ پاک لا احصی ثناءً جب کہ فرمائیں
کرے تعریف پھر اس کی کوئی، کس میں یہ دم خم ہے

جہالت سرکشی اور ظلم سے تاریک تھی دنیا
جب آئے رحمتِ عالم جہاں رحمت کا عالم ہے

گھٹائیں کفر کی چھائی ہوئی تھیں ساری دنیا پر
خدا کے نور سے ان تو منور سارا عالم ہے

جو تن من دھن سبھی قربان کر دے ان کی مرضی پر
وہی اللہ والا، عاشقِ فخرِ دو عالم ہے

تمہارا ہوں تمہارا، غیر سے ہے مجھکو کیا مطلب
محبت آپ سے سرکار ہے لیکن ابھی کم ہے

مجھے اپنا بنائیں گے، مجھے جلوہ دکھائیں گے
میں اس قابل نہیں لیکن یقیں مجھکو یہ تاہم ہے

ہے اس دولت پہ ہفت اقلیم کی بھی سلطنت قرباں
غلامی پر ہے جس کی ناز وہ نبیوں کا خاتم ہے

دوستو! زندگی کا پیام آگیا

جب زباں پر محمدؐ کا نام آگیا — دوستو! زندگی کا پیام آگیا
آگیا، انبیا کا امام آگیا — لیکے فیضان دارالسلام آگیا
تیرے در پر جو خیر الانام آگیا — اس کے ہاتھوں میں عرفاں کا جام آگیا
سازوسامان عیش دوام آگیا — یعنی حکم سجود و قیام آگیا
اللہ اللہ ہوئی دل کی دنیا حسیں — جب مقدر سے حسن تمام آگیا
پاگیا پاگیا حاصل زندگی — در پہ آقا کے جس دم غلام آگیا
دور ظلمت ہوئی، دل منور ہوا — جب مدینہ میں ماہِ تمام آگیا
ان کی مرضی نظر آئی رشک جناں — عشق میں ایک ایسا مقام آگیا
لائے تشریف جب سید المرسلین — خلد دنیا بنی وہ نظام آگیا
ظلم رخصت ہوا عدل قائم ہوا — عشق کے ہاتھ میں انتظام آگیا
تیرے ابرِ کرم سے شہِ انبیا — ہو کے سیراب ہر تشنہ کام آگیا
فیضِ ساقیٔ کونین صلّ علیٰ — جو بھی چاہے پیئے اذنِ عام آگیا
تیری برکت سے اے سیدِ انس و جاں — صبح روشن ہوئی کیفِ شام آگیا
آپ کی مدح انسان کیا کر سکے — عرش سے جب درود و سلام آگیا
قلب شاداں ہوا روح رقصاں ہوئی — لب پہ احمد کا شیریں کلام آگیا

غلامی اس کی کریں تاج وسلطنت والے

غلامی اس کی کریں تاج وسلطنت والے — نبیؐ کا جو کوئی سچا غلام ہو جائے

کبھی نہ مجھکو تمنا ہو باغ رضواں کی — اگر مدینہ میں میرا قیام ہو جائے

زباں پہ جاری رہے ہر گھڑی درود وسلام — ہمارا بس یہی دن رات کام ہو جائے

خدا کا بھی وہی محبوبِ خاص ہوتا ہے — جو کوئی عاشقِ خیر الانام ہو جائے

خدا کے ذکر میں دن رات میں رہوں مشغول — تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

وہ خوش نصیب جسے فیضِ خاص پہونچا ہے — جہاں میں اس کا نہ کیوں فیض عام ہو جائے

نگاہ لطف سے گر آپ دیکھ لیں سرکار — نہ ذرہ کس لئے ماہِ تمام ہو جائے

جو دل سے سید عالم کی اتباع کرے — وہ مقتدی بھی جہاں کا امام ہو جائے

الٰہی، اپنو شفیع الامم کے صدقے میں — مدینہ جانے کا پھر انتظام ہو جائے

حضورِ دل سے رہیں ان کی یاد میں مشغول
ہمارا شغل یہی صبح و شام ہو جائے

پامال نہ ہوگا کبھی گلزارِ محمدؐ

انکار ہے اللہ کا انکارِ محمدؐ
اللہ کا اقرار ہے اقرارِ محمدؐ

گر دیدۂ بینا ہو عطا، تو نظر آئے
انوارِ الٰہی سے ہیں انوارِ محمدؐ

سرکارِ دو عالم کی جو سنت پہ فدا ہیں
بس ان کو نظر آئیں گے انوارِ محمدؐ

ہے سنتِ نبوی سے نہیں جن کو سروکار
ان پر نہ کھلیں گے کبھی اسرارِ محمدؐ

کیا پوچھنا اس کا وہ سعیدِ ازلی ہے
ہو جائے جسے خواب میں دیدارِ محمدؐ

غم مجھ کو نہیں لاکھ زمانہ ہو مخالف
پامال نہ ہوگا کبھی گلزارِ محمدؐ

ہو جاتے تھے اصحاب ادب سے ہمہ تن گوش
اس طرح سنا کرتے تھے گفتارِ محمدؐ

کیا پوچھتے ہو، ان کے مدارج کی نہیں تھاہ
قربان میں ان پر جو ہیں انصارِ محمدؐ

قربان کریں جان، یہاں سر کے بل آئیں
دربارِ محمدؐ ہے یہ دربارِ محمدؐ

ہے کون بسا دیدہ و دل میں ترے احمد
ہر دم تجھے حاصل ہے جو دیدارِ محمدؐ

صدقے میں محمدؐ کے تو احمد کی دعا سُن
اللہ دکھا پھر اسے دربارِ محمدؐ

مدینہ کی پھر یاد آنے لگی

صبا مست ہو کر پھر آنے لگی
پیامِ محبت سنانے لگی

تصور میں کس کو یہ لانے لگی
مرے دل پہ بجلی گرانے لگی

مدینہ کی پھر یاد آنے لگی
جنونِ محبت بڑھانے لگی

وہ آٹھ آٹھ آنسو رلانے لگی
کہ پھر آگ دل میں لگانے لگی

کچھ اس طرح نغمے سنانے لگی
مجھے مرغ بسمل بنانے لگی

مرے دل کی کلیاں کھلانے لگی
کہ فصل بہاراں پھر آنے لگی

شرابِ تصور پلانے لگی
مجھے مست و بےخود بنانے لگی

دیوانہ مجھے پھر بنانے لگی
ہنسانے لگی اور رُلانے لگی

نہ جانے مجھے کیا دکھانے لگی
بہار قبُا یاد آنے لگی

میری تشنگی پھر بڑھانے لگی
مجھے یاد زمزم کی آنے لگی

یہ کس واسطے میں تڑپنے لگا
صدا کیا یہ کانوں میں آنے لگی

مسرت سے کیوں جھومنے میں لگا
یہ کیا مجھ کو مژدہ سنانے لگی

مبارک، مبارک، یہ امید و بیم
محبت کا نقشہ دکھانے لگی

پڑھوں کیوں نہ دل سے درود و سلام
مجھے لذت دید آنے لگی

ہر طرف ہے ان کے جلوؤں کی بہار

احمد عاصی پہ ہو مولیٰ کرم ۔۔۔ تیری رحمت کی نہیں حد لا جرم

اور کوئی دوسرا مالک نہیں ۔۔۔ جز ترے کس سے کریں فریاد ہم

یہ دعا عاجز کی اب مقبول ہو ۔۔۔ عرض ہے تجھ سے یہی با چشم نم

وہ بھی دن آئے میرے اللہ اب ۔۔۔ جب روانہ میں ہوں پھر سوئے حرم

اے میرے اللہ، ارض پاک پر ۔۔۔ ڈرتے ڈرتے پھر پڑیں میرے قدم

پھر نہاؤں بارشِ انوار میں ۔۔۔ پھر دکھا مولیٰ مجھے صبحِ حرم

ہر طرف ہے ان کے جلوؤں کی بہار ۔۔۔ مرحبا صلِّ علیٰ شامِ حرم

ان کے در پر پھر ہو میری حاضری ۔۔۔ تو نے جن کی جان کی کھائی قسم

سرورِ عالم کے صدقے میں کریم ۔۔۔ روح کی راحت کے ساماں ہوں بہم

وصل کی لذت سے اب مسرور کر ۔۔۔ بھول جاؤں ہجر کے سب درد و غم

ہائے کب تک ہجر میں تڑپا کروں ۔۔۔ کھینچ لے اب کھینچ لے ارضِ حرم

پھر مقدر پر ہو اپنے مجھ کو ناز ۔۔۔ پھر دکھا دے یا الٰہی ملتزم

کاش یہ دولت ہو پھر مجھ کو نصیب ۔۔۔ میری پیشانی ہو اور تیرا قدم

کون؟ طیبہ کے لئے بیتاب ہے ۔۔۔ قلبِ مضطر سے صدا آئی کہ ہم

زندگی ہم نے مر کے پائی ہے

یاد دل میں تیری بسائی ہے
حسرتِ دید رنگ لائی ہے

رٹ تیرے نام کی لگائی ہے
اس سے تسکین دل نے پائی ہے

غیر کی یاد جب بھلائی ہے
تب تری یاد دل پہ چھائی ہے

باغِ دل میں بہار آئی ہے
رحمتیں بے شمار لائی ہے

مرحبا، مرحبا، مبارک ہو
دل میں آج ان کی یاد آئی ہے

جس نے دیکھا، وہی ہوا قرباں
واہ کیا شانِ دلربائی ہے

جام الفت نہیں پیا جس نے
اس میں کیا خاک پارسائی ہے

اس پہ قرباں کیوں نہ ہوں، جس نے
مئے الفت مجھے پلائی ہے

دونوں عالم نثار کردے گا
لذّتِ قرب جس نے پائی ہے

میرے دل میں ہے آج کیوں دھڑکن
کیا صبا کچھ پیام لائی ہے

سبز گنبد کے دیکھنے والے
دولتِ قُرب تو نے پائی ہے

میں کہاں، اور کہاں دیارِ حبیبؐ
تیری رحمت ہی کھینچ لائی ہے

مجھ سے راضی ہیں وہ بحمداللہ
مژدہ لے کر صبا یہ آئی ہے

ذکر ہوتا رہے مدینہ کا
بات یہ میرے دل کو بھائی ہے

دوستو! ہوگیا خدا جس کا
سچ یہ ہے اس کی کُل خدائی ہے

یاد میں تیری جو ہوا مشغول
لذّتِ دید اس نے پائی ہے

اس کو حاصل نہ ہوگا چین کبھی
غیر سے جس نے لَو لگائی ہے

کلمۂ لا الہ الا اللہ ساز دل سے صدا یہ آئی ہے
اب نہ در آپ کا میں چھوڑوں گا بات دل میں یہی سمائی ہے
آتش عشق نے جلا ڈالا زندگی ہم نے مر کے پائی ہے
عمر غفلت میں ہو گئی برباد میرے مالک تیری دُہائی ہے
میں وہ عاصی ہوں، دیکھ کر جس کو رحمتِ حق بھی مسکرائی ہے
ہے اشارہ کچھ ان کی جانب سے اس لئے یہ غزل سرائی ہے
تجھ کو اپنا بنائیں کیوں احمد
ہائے جب تجھ میں خود نمائی ہے

تڑپتے ہیں خود سب کو تڑپا رہے ہیں

مبارک ہو ہم پھر حرم جا رہے ہیں مقدّر پہ اپنے اب اترا رہے ہیں
تڑپ اپنے دل میں جو ہم پا رہے ہیں وہ شائد ہمیں یاد فرما رہے ہیں
ہماری مسرت کا عالم نہ پوچھو حرم جا رہے ہیں حرم جا رہے ہیں
مبارک، مبارک، مبارک، مبارک وہ یاد آ رہے ہیں وہ یاد آ رہے ہیں
جہاں رات دن کا ہے عالم نرالا وہاں جا رہے ہیں، وہاں جا رہے ہیں
یہ آخر ہمیں آج کیا ہو گیا ہے تڑپتے ہیں خود سب کو تڑپا رہے ہیں
کرم ہے، کرم، خاص احمد پہ ان کا
کہ جلوہ اسے اپنا دکھلا رہے ہیں

خود وہ آغوش میں اٹھالیں گے

کب حرم کی بہار دیکھیں گے
کب نبی کا دیار دیکھیں گے

خود کو جب شرمسار دیکھیں گے
رحمتیں بے شمار دیکھیں گے

ہوکے نادم خطاؤں پر اپنی
رحمتِ کردگار دیکھیں گے

روضۂ پاکِ مصطفیٰ کب تک
میرے پروردگار دیکھیں گے

نام کو بھی خلش نہ ہو جس میں
کب وہ لیل ونہار دیکھیں گے

حق نے چاہا تو سبز گنبد کو
شوق میں بار بار دیکھیں گے

خود وہ آغوش میں اٹھالیں گے
ہم کو جب اشکبار دیکھیں گے

ان کے تیرِ نظر کا کیا کہنا
ہم اسے دل کے پار دیکھیں گے

لائیں گے ان کو ہم تصور میں
دل کو جب بیقرار دیکھیں گے

دیکھ لیں گے جسے وہ ایک نظر
ہم اسے بادہ خوار دیکھیں گے

یاد میں ان کی ہو کے ہم مشغول
باغِ دل کی بہار دیکھیں گے

مدینہ کے کہسار یاد آرہے ہیں

غلامانِ سرکار یاد آرہے ہیں
وہ اعوان و انصار یاد آرہے ہیں

جو چون و چرا جانتے ہی نہیں تھے
خدا کے وفادار یاد آرہے ہیں

خدا ان سے راضی، وہ راضی خدا سے
محبت کے بیمار یاد آرہے ہیں

ہے خود دین کو ناز جن ہستیوں پر
وہی مجھ کو دیندار یاد آرہے ہیں

جو پیتے تھے ہر دم شرابِ محبّت
وہی مجھکو میخوار یاد آرہے ہیں

مسخر ہوئے جن سے اغیار کے دل
وہ اخلاق و کردار یاد آرہے ہیں

وہ صدیقؓ و فاروقؓ و عثمانؓ و حیدرؓ
وہ ابرار و اخیار یاد آرہے ہیں

لٹادی خدا کے لئے ساری دولت
وہ امت کے سردار یاد آرہے ہیں

وہ دو نور والے رفیقِ پیمبرؐ
وہ عثمانؓ زردار یاد آرہے ہیں

تھے حسّان جو عاشق فخرِ عالم
ہمیں ان کے اشعار یاد آرہے ہیں

میں جنت کو بھی بھول بیٹھا ہوں ابتو
صحابہ کے گھر بار یاد آرہے ہیں

محبت صحابہ کی پیدا ہو جن سے
وہ اخبار و آثار یاد آرہے ہیں

تڑپنے لگا دل میرا اللہ اللہ
مدینہ کے کہسار یاد آرہے ہیں

وہ حرمین کے رات دن اللہ اللہ
وہ برکات و انوار یاد آرہے ہیں

غلامانِ احمد پہ قربان احمد
حقیقی وہ احرار یاد آرہے ہیں

محمدؐ پہ احمدؐ فدا ہو چکے ہیں

خدا کو وہی لوگ پائے ہوئے ہیں
محمدؐ سے جو دل لگائے ہوئے ہیں

وہ دل میں ہمارے سمائے ہوئے ہیں
ہم اللہ سے لَو لگائے ہوئے ہیں

ہمیں تو ہے اللہ سے صرف مطلب
ہم اوروں کو دل سے بھلائے ہوئے ہیں

نظر ہی نہیں غیر آئے گا اُس کو
وہ آنکھوں میں جس کی سمائے ہوئے ہیں

کسی اور کا ہوش ہو مجھ کو کیوں کر
وہ ہر آن جب مجھ پہ چھائے ہوئے ہیں

مقدر نہ کیوں عرش پر اپنا دیکھوں
وہ خود جب مرے دل میں آئے ہوئے ہیں

عجب لطف و لذت ہے اللہ اکبر
تری یاد دل میں جمائے ہوئے ہیں

کہاں ہم، کہاں یاد تیری الٰہی
کرم ہی سے دولت یہ پائے ہوئے ہیں

نہیں ہے فرشتوں کو اس کی خبر کچھ
کہ جو چوٹ ہم دل پہ کھائے ہوئے ہیں

لٹائیں نہ کیوں جان اور مال اپنا
حلاوت جو ایماں کی پائے ہوئے ہیں

نثار ان پہ ہو دین و دنیا کی دولت
محبت کے جو تیر کھائے ہوئے ہیں

وہی تو ہیں اللہ کے خاص بندے
جو ہستی کو اپنی مٹائے ہوئے ہیں

جھکائیں گے ہرگز نہیں سر کہیں بھی ترے در پہ جو سر جھکائے ہوئے ہیں

خدا ان کو شاد اور آباد رکھے جو محفل کو ان کی سجائے ہوئے ہیں

خدا کو وہ بندے بہت ہی ہیں پیارے جو سینے سے قرآں لگائے ہوئے ہیں

نہ کیوں ناز قسمت پہ اپنی کریں ہم محمدؐ سا آقا جو پائے ہوئے ہیں

فدا اس پہ ہو جاؤ تم جان و دل سے محمدؐ جو فرمان لائے ہوئے ہیں

وہ عالم کے رحمت ہیں رحمت کے عالم کہ ایمان ہم جن پہ لائے ہوئے ہیں

غلامانِ احمدؐ کا کیا پوچھنا ہے وہ دوزخ کو جنت بنائے ہوئے ہیں

چلو دوستو! دل کریں اپنا روشن وہ شمعِ محبت جلائے ہوئے ہیں

نہیں بھول کر یہ کبھی ہم نے سوچا کہ دنیا میں کیوں آہ آئے ہوئے ہیں

جو آئے تھے ہم قول کر کے خدا سے وہ دنیا میں ہم سب بھلائے ہوئے ہیں

نہیں ہائے اللہ سے کچھ تعلق سب اغیار سے دل لگائے ہوئے ہیں

خطا کر معاف اپنی رحمت سے یارب گنہگار سب در پہ آئے ہوئے ہیں

گنہگار ہیں ہم، خطا کار ہیں ہم مگر آس تجھ سے لگائے ہوئے ہیں

محمدؐ پہ احمد فدا ہو چکے ہیں
یہ انعام مالک سے پائے ہوئے ہیں

ایمان کی لذّت تجھے اللہ چکھائے

دربارِ نبی پھر تجھے اللہ دکھائے
پھر ہند سے طیبہ کی طرف جلد تو جائے

لبیک کی کانوں میں صدا پھر ترے آئے
ساقی تجھے پھر جام محبت کے پلائے

اللہ تجھے شرک سے بدعت سے بچائے
تا عمر تجھے سنّتِ نبوی پہ چلائے

ایمان کی لذت تجھے اللہ چکھائے
دیوانہ تجھے عشقِ محمّد کا بنائے

ہے میری دعا اب ترا مقصود بر آئے
زمزم سے تری پیاس کو اللہ بجھائے

پھر گنبدِ خضرا کا ہو دیدار میسّر
کعبہ تجھے پھر اپنے کلیجہ سے لگائے

گلدستۂ محبت
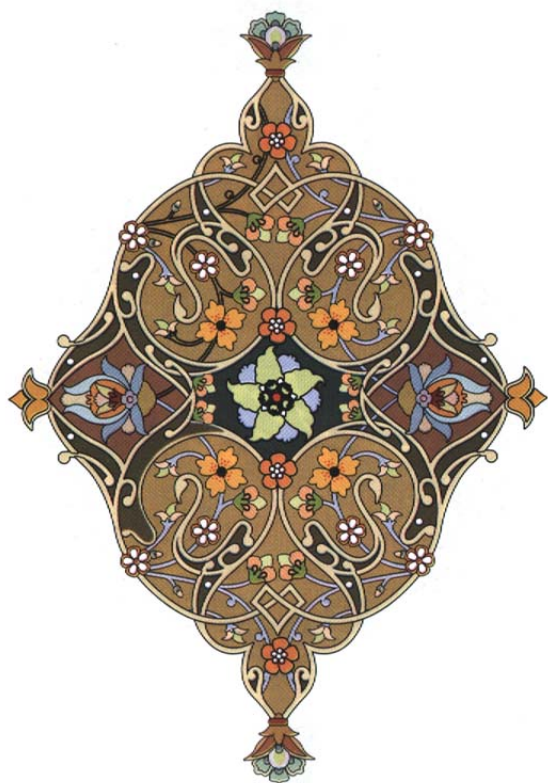
اگر آزاد ہم ہوتے خدا جانے کہاں ہوتے

قیامت ہے ترا نزدیک رہ کر دور ہو جانا
نظر کے سامنے رہتے ہوئے مستور ہو جانا

کوئی انکار کر سکتا ہے یہ تو اک حقیقت ہے
ترے آنے ہی محفل کا مری پُر نور ہو جانا

ترا اٹھ کر چلا جانا قیامت ہے قیامت ہے
غضب ہے روز روشن کا شب دیجور ہو جانا

ارے ناداں نہ سمجھے گا، یہ اسرار محبت ہیں
کبھی رنجور ہو جانا، کبھی مسرور ہو جانا

بجز اس کے کہوں کیا تیری نظروں کی کرامت ہے
کسی کا مئے نہ پینا اور پھر مخمور ہو جانا

تعلق سے غنی کے ہو گیا غیروں سے مستغنی
پسند آئے نہ کیوں ان کو مرا مغرور ہو جانا

یہ اکرامِ محبت ہے، یہ انعامِ محبت ہے
کہ اس کے فضل سے ذاکر کا بھی مذکور ہو جانا

یہی جان محبت ہے، یہی روح اطاعت ہے
ترا مختار ہونا اور مرا مجبور ہو جانا

ہو دریائے کرم جب جوش پر میدان محشر میں
تو کیا مشکل ہے اک عاصی کا بھی مغفور ہو جانا

وہ مالک ہیں، جسے چاہیں نوازیں اپنی رحمت سے
نہیں دیکھا ہے کیا ذوالنار کا ذوالنور ہو جانا

جو ہیں اہل محبت بس وہی اس کو سمجھتے ہیں
کسی کا دیکھ لینا درد کا کافور ہو جانا

اگر آزاد ہم ہوتے خدا جانے کہاں ہوتے
مبارک عاشقوں کے واسطے دستور ہو جانا

یہ وہ دولت ہے جس پر جنت الفردوس قرباں ہو
کسی کی یاد میں احمد سراپا نور ہو جانا

دردِ دل شکر ہے مستقل ہوگیا

دردِ دل شکر ہے مستقل ہوگیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہوگیا
لذتِ زیست ہی خاک میں مل گئی
عشق جب سے مرا مضمحل ہوگیا
ان کی نظروں کی برکت ذرا دیکھئے
سوزِ دل ہی مرا سازِ دل ہوگیا
وہ تڑپ ہائے اب دل میں پاتا نہیں
ہے غضب، زخم دل مندمل ہوگیا
چھیڑ اہل محبّت کی معراج ہے
بے خبر، ہائے تو مشتعل ہوگیا
اب نہ افراط باقی نہ تفریط ہے
عشق کامل ہوا معتدل ہوگیا
پہلے احمد مجھے دردِ الفت ملا
رفتہ رفتہ وہی دردِ دل ہوگیا

تیر پر تیر دل پر ہے کھانا

زہر ہے زہر، ان کو بھلانا — اور تریاق، یاد ان کی آنا

ان کو رو رو کے اب ہے منانا — بختِ خفتہ کو یوں ہے جگانا

رٹ ترے نام کی ہے لگانا — اپنے دل کو ہے اب دل بنانا

ان کا ہر حال میں یاد آنا — لطف جنت ہے دنیا میں پانا

تیر پر تیر دل پر ہے کھانا — اور اُف بھی زباں پر نہ لانا

جان و دل ان پہ سب ہے لٹانا — کوئی آساں نہیں دل لگانا

گلشنِ دل پہ بجلی گرانا — ہے قیامت ترا مسکرانا

دل میں شمعِ محبّت جلانا — اور پروانہ خود کو بنانا

ان کا رہ رہ کے دل گُدگُدانا — اور مرا جھوم کر مسکرانا

اُف کسی کا تصور میں آنا — میرے احساس کا جگمگانا

اپنا سو سو طرح سے بنانا — اس محبت کا ہے کچھ ٹھکانا

ان کا خود دل میں احقر کے آنا — اس کو کہتے ہیں مقصود پانا

عشق کی داستاں ہے سنانا — ان کا عاشق جہاں کو بنانا

ہوش والوں کو مجنوں بنانا

ہائے احمد کا غزلیں سنانا

کبھی گناہ کبھی انفعال نے مارا

کمال نے ترے مارا جمال نے مارا
وفورِ شوق نے امرِ محال نے مارا

کبھی خوشی، کبھی رنج و ملال نے مارا
کبھی یقین، کبھی احتمال نے مارا

کسی کو شورش و مستی و حال نے مارا
مجھے ترے کرم بے مثال نے مارا

کبھی جمال برنگِ جلال نے مارا
کبھی جلال برنگ جمال نے مارا

خیال ماضی و احساس حال نے مارا
کبھی گناہ کبھی انفعال نے مارا

عروج نے کبھی مجھکو زوال نے مارا
فریبِ نفس نے پستیٔ حال نے مارا

وہ بد نصیب جسے قیل و قال نے مارا
خوشا نصیب جسے انتثال نے مارا

کسی کو آہ فریب کمال نے مارا
میں کیا کہوں مجھے فکرِ مآل نے مارا

کوئی بھی منزل عرفان تک پہونچ نہ سکا
کسی کو نقص، کسی کو کمال نے مارا

بچا نہ کوئی ترے حسن فتنہ پرور سے
کسی کو ہجر، کسی کو وصال نے مارا

مزاج حسن سے واقف نہیں کوئی شاید
سکوت اور کسی کو سوال نے مارا

وہ خوش نصیب ہوں میں جس کو حضرت احمد
نگاہ لطف و صدائے تعال نے مارا

سراپا داستاں ہوتے ہوئے بے داستاں رہنا

نہیں رہتے ہیں کیوں ہم، چاہئے ہم کو جہاں رہنا
کوئی رہنے میں رہنا ہے یہاں رہنا وہاں رہنا

قیامت ہے ترے عاشق کا مجبورِ بیاں رہنا
زباں رکھتے ہوئے بھی اللہ اللہ بے زباں رہنا

مبارک تجھ کو اسرارِ کرم کا رازداں رہنا
مبارک ہو زمیں پر تیرا بن کر آسماں رہنا

کوئی بھی حال ہو ہر حال ہی میں شادماں رہنا
حقیقت میں اسی کا نام ہے بس کامراں رہنا

خرد اس راز سے واقف نہیں ہے حضرتِ ناصح
محبت ہی سکھاتی ہے عیاں رہنا نہاں رہنا

یہ فیضانِ محبت ہے، یہ احسانِ محبت ہے
سراپا داستاں ہوتے ہوئے بے داستاں رہنا

یہی شانِ محبت ہے، یہی آنِ محبت ہے
انھیں کا ہو کے رہنا چاہے کچھ بھی ہو جہاں رہنا

یہی ضبطِ محبت ہے، یہی شرطِ محبت ہے
تڑپنا رات دن اور پھر بھی بے آہ و فغاں رہنا

یہ معراجِ محبت ہے یہ اعجازِ محبت ہے
ہزاروں زخم کھا کر مسکرانا شادماں رہنا

یہ عرفانِ محبت ہے، یہ برہانِ محبت ہے
کہ سلطانِ جہاں ہو کر بھی بے نام و نشاں رہنا

ترے جامِ محبت کا یہ اک ادنیٰ کرشمہ ہے
سرِ دارِ عاشقوں کا مست ہو کر نغمہ خواں رہنا

جو خوش قسمت ہیں ان کو ہی ملا کرتی ہے یہ دولت
بہ فیضِ عشق صحرا میں بھی بن کر گلستاں رہنا

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آ جائے
حریمِ دل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

یہ دردِ محبّت ہے اب کم نہ ہوگا

کسی کا اگر لطف پیہم نہ ہوگا
محبت کا طاری یہ عالم نہ ہوگا
مداوا کا خطرہ بھی دل میں نہ لائیں
یہ دردِ محبت ہے اب کم نہ ہوگا
جہاں غیر کا ہوش رہتا ہو باقی
وہ ہرگز محبت کا عالم نہ ہوگا
ہر اک سانس ہے طالبِ دید لیکن
نظر کب وہ آئیں گے جب دم نہ ہوگا

جس پہ ان کا کرم نہیں ہوتا

جس پہ ان کا کرم نہیں ہوتا
حالِ درد و غم نہیں ہوتا
جس پہ ہوتی نہ ہو نثار خوشی
غم بھی ہو کر وہ غم نہیں ہوتا
کیا ادھر اب نگاہِ لطف نہیں
درد کیوں بیش و کم نہیں ہوتا
کوئی بھی حال ہو، مگر اے دوست!
عشق کب محترم نہیں ہوتا
جس کے نغمے نہ دل کو مست کریں
وہ کبھی سازِ غم نہیں ہوتا
ان کی نظروں میں جو نہیں مقبول
اس پہ مشقِ ستم نہیں ہوتا
ان کے عاشق کا ان کے در کے سوا
سر کہیں اور خم نہیں ہوتا
جب تک ان کا کرم نہ ہو احمدؔ
غم کا ساماں بہم نہیں ہوتا

فدا جان و دل سب بنامِ محبت

زباں پر جب آتا ہے نامِ محبت
تو ہوتا ہے رقصاں غلامِ محبت

جو ہے صدق دل سے غلامِ محبت
وہی ہوگا اک دن امامِ محبت

نہیں ہوتا برہم نظامِ محبت
یہ برکت تری انتظامِ محبت

پلایا ہے ساقی نے جامِ محبت
رہیں گے نہ اب تشنہ کامِ محبت

پیا صبح کو جس نے جامِ محبت
نہ پھر پوچھئے اس کی شامِ محبت

پیا ہی نہیں جس نے جامِ محبت
نظر اس کو کیوں آئے بامِ محبت

تو دیکھے گا اک دن مقامِ محبت
مبارک تجھے تیز گامِ محبت

فدا جان و دل سب بنامِ محبت
یہ ہے دوستو! احترامِ محبت

ہر اک کی زباں پر ہے نامِ محبت
خوشا برکت فیض عامِ محبت

یونہی پختہ ہوتے ہیں خامِ محبت
کرم ہے ترا انتقامِ محبت

چلے آرہے ہیں غلامِ محبت
ہوا جب سے ہے اذنِ عامِ محبت

مبارک تجھے خوش خرامِ محبت
سلامِ محبت پیامِ محبت

عجب دل کا عالم ہے اللہ اکبر
سنا جب سے میں نے پیامِ محبت

کسی کی نگاہِ کرم کی بدولت
ہے احمد بھی اب شادکامِ محبت

احمدؔ ترا دیوان ہے عرفانِ محبت

حاصل نہیں جب تک تجھے عرفانِ محبت — کامل نہیں ہرگز ترا ایمانِ محبت
جو ہو نہ سکا تابعِ فرمانِ محبت — ممکن نہیں، دیکھے وہ گلستانِ محبت
کیا کہنا ہے اللہ رے فیضانِ محبت — ہر آن نظر آتی ہے اک شانِ محبت
ہاتھوں میں ہے ہر وقت ہی دامانِ محبت — کچھ اور ہی عالم میں ہیں خاصانِ محبت
جو بھی ہوا سو جان سے قربانِ محبت — واللہ وہی ہو گیا سلطانِ محبت
ہر حال میں محبوب کی مرضی پہ ہو راضی — ہے جانِ محبت یہی، ایمانِ محبت
ہر وقت ترا ذکر ہے ہر وقت تری یاد — کچھ اور نہیں، ہے یہی سامانِ محبت
رونا کبھی، ہنسنا کبھی، جلنا کبھی، بجھنا — الوانِ محبت ہیں یہ الوانِ محبت
ہر دم یہاں آتی ہیں بہاروں پہ بہاریں — صد رشکِ گلستاں ہے گلستانِ محبت

فرماتے ہیں یہ اہلِ محبت ہو مبارک
احمدؔ ترا دیوان ہے عرفانِ محبت

فردوس بداماں ہیں غلامانِ محبت

ہوتا ہے بصد شوق جو قربانِ محبت
احمدؐ اسے ملتا ہے یہاں خوانِ محبت

ہر حال میں رہتے ہیں غزل خوانِ محبت
فردوس بداماں ہیں غلامانِ محبت

واللہ ترے فیض سے بارانِ محبت
ہے آج بھی سرسبز گلستانِ محبت

پُرفیض ترا شمعِ شبستانِ محبت
پُرنور ہوا عالمِ امکانِ محبت

حاصل ہے جسے دوستو فیضانِ محبت
وہ کیوں نہ رہے دل سے ثناخوانِ محبت

ملتی ہے اسے لذتِ ایمانِ محبت
حاصل ہے جسے دولتِ عرفانِ محبت

بھولے ہیں نہ بھولیں گے کسی حال میں ہرگز
ہر وقت نگاہوں میں ہے پیمانِ محبت

ہر وقت یہاں ہیں ترے جلوں کی بہاریں
فردوس کہیں یا اسے زندانِ محبت

جہاں سے الگ ہے جہانِ محبت

ملا جس کو سوزِ نہانِ محبت وہی ہوگیا رازدانِ محبت

انھیں سے ہے روشن جہانِ محبت جو قسمت سے ہیں کشتگانِ محبت

کرم کی نظر باغبانِ محبت دکھادے مجھے گلستانِ محبت

نظر میں ہے سود و زیانِ محبت رہیں کیوں نہ ہم کامرانِ محبت

کوئی ان سے پوچھے تو شانِ محبت جو ہیں کوہِ آتش فشانِ محبت

ہمہ وقت خنداں ہمہ وقت رقصاں مکینِ محبت مکانِ محبت

کبھی فرش پر ہیں کبھی عرش پر ہیں یہ شانِ محبت یہ آنِ محبت

ہے ہر وقت اک کیف و مستی کا عالم جہاں سے الگ ہے جہانِ محبت

محبت محبت زباں پر ہے جاری ہماری زباں ہے زبانِ محبت

محبت سمجھتے ہیں ہم جس کو احمد
حقیقت میں وہ ہے گمانِ محبت

سنی جب سے میں نے اذانِ محبت

جسے بھی سنایا بیانِ محبت — وہی ہوگیا شاد مانِ محبت
نہ پائے گا ہرگز وہ خوانِ محبت — نہیں دیکھی جس نے دکانِ محبت
زمینِ محبت نہیں جس نے دیکھی — وہ دیکھے گا کیا آسمانِ محبت
محبت سے واقف نہ ہوگا وہ ہرگز — جو بدبخت ہے بدگمانِ محبت
محبت ہماری محبت نہیں ہے — وہ جب تک نہ لیں امتحانِ محبت
رہیں کیوں نہ مسرور و مخمور ہر دم — جو ہیں دوستو شادمانِ محبت
میں قربان ساقی پہ جس کے کرم نے — پلائی مئے ارغوانِ محبت
نہ پوچھو ہوا کیا مرے دل کا عالم — نظر آیا جب آستانِ محبت
اُدھر ہی ہوا میں بھی احمدؔ روانہ — چلا جس طرف کاروانِ محبت

رہا ہوش اپنا نہ غیروں کا احمدؔ
سنی جب سے میں نے اذانِ محبت

قال میں اب ہے حال کی لذت

کون جانے جمال کی لذت　　کون سمجھے جلال کی لذت

ہجر میں ہے وصال کی لذت　　نقص میں بھی کمال کی لذت

روح پر وجد ہوگیا طاری　　اللہ اللہ سوال کی لذت

ہے محبت سے جو بھی بیگانہ　　جانے کیا وہ بلال کی لذت

ہو گئی تیز عشق کی پرواز　　قال میں اب ہے حال کی لذت

ہر بُنِ مو پہ کیف طاری ہے　　واہ رے انتثال کی لذت

غم میں بھی بخشتی ہے کیف وسرور　　ذہن کے انتقال کی لذت

دولتِ بندگی جسے نہ ملی　　جانے کیا عرضِ حال کی لذت

کیا انوکھی ہے کیا نرالی ہے　　عشق میں احتمال کی لذت

جس نے چکھی نہیں، وہ کیا جانے　　ہے عجب انفعال کی لذت

رکھنی ہے ان کے در پہ سر بسجود　　مقصد بے مثال کی لذت

روح اڑنے لگی مسرت سے　　اُف صدائے تعال کی لذت

عاصیوں نے بھی خوب ہی لوٹی　　رحمت ذوالجلال کی لذت

ان کے ذکر لطیف کے آگے　　گرد ہے کیف و حال کی لذت

کاش ملتی مجھے مقدر سے سوزِ عشقِ بلالؓ کی لذت
ان کا جو ہو گیا، وہ پاتا ہے رحمتِ بے مثال کی لذت
عشق والے ہی اس کو پاتے ہیں روز و شب ماہ و سال کی لذت
لذتِ بندگی کے سامنے ہے ہیچ سب حال و قال کی لذت
بندۂ خاص حق کو ملتی ہے دولتِ لازوال کی لذت

مست رکھتی ہے رات دن احمدؔ
مجھ کو ان کے خیال کی لذت

پاگیا ان کے نام کی لذت

جب ملی مجھ کو جام کی لذت پاگیا ان کے نام کی لذت
لطف جنت کا پا رہا ہے کوئی اللہ اللہ سلام کی لذت
مرحبا مرحبا، مبارک ہو مجھ کو ان کے پیام کی لذت
مست و پر کیف رکھتی ہے دل کو عشق کے اہتمام کی لذت

پاتے ہیں اہل عشق ہی احمدؔ
ان کے شیریں کلام کی لذت

کوئی نزدیک ہے نہ کوئی دور

بادۂ عشق سے ہے دل مخمور پھر نظر آئے کیوں نہ جلوۂ طور
ہجر میں بھی وصال کا عالم ہو کے مہجور بھی نہیں مہجور
عشق کا معجزہ اسے کہیئے دور ہو کر بھی میں نہیں ہوں دور
مرحبا مرحبا نگاہِ کرم میری غیبت بھی اب ہے عینِ حضور
آگئے آگئے تصور میں دل کا عالم مرے ہوا پرنور
دور ہو کر بھی ہے کوئی نزدیک اور نزدیک رہ کے کوئی دور
شان ان کی عجیب ہے، ان سے کوئی نزدیک ہے نہ کوئی دور
عشق کے فیض سے بحمداللہ ہجر میں پا رہے ہیں کیفِ حضور
یاد ہر حال میں وہ آتے ہیں ہوتا رہتا ہے یوں کرم کا ظہور
ہو گیا جس پہ ان کا لطف و کرم اس کو حاصل ہوا مقامِ حضور
جب سے وہ مجھ کو یاد آنے لگے غیر کی یاد ہو گئی کافور
ذکر کا بھی اسے نہ ہوش رہا جس کی نظروں میں بس گیا مذکور

احمدِ خستہ جاں مبارک ہو
تو بھی پینے لگا ہے جامِ طہور

دل مشکل سے بنتا ہے دل

ہوتا ہے جو عشق میں کامل ۔۔۔ طے ہوتی ہے اس کی منزل
دوستو! کچھ آسان نہیں ہے ۔۔۔ دل مشکل سے بنتا ہے دل
ہو جاتی ہے راہِ طلب میں ۔۔۔ مشکل آساں، آساں مشکل
سوچ سمجھ کر تھامے دامن ۔۔۔ سخت کٹھن ہے عشق کی منزل
ان کی مرضی میں تو فنا ہو ۔۔۔ اتنا ہی ہے عشق کا حاصل
اہلِ نظر سے چھپ نہیں سکتا ۔۔۔ کون ہے ناقص، کون ہے کامل
صدق سے آئیں راہِ طلب میں ۔۔۔ تب جا کر کچھ ہو گا حاصل
طالبِ صادق کو ہو مبارک ۔۔۔ ڈھونڈھتی ہے خود اس کو منزل
وہ تو ہے ہر حال میں شاداں ۔۔۔ جس نے دیا ان کو اپنا دل
اہلِ محبت کا کیا کہنا ۔۔۔ پائے ہوئے ہیں زیست کا حاصل
پوچھئے ان سے کیفِ مسرت ۔۔۔ جو ہیں ان کی بزم میں شامل
اللہ اللہ لذتِ طوفاں ۔۔۔ کیا سمجھیں گے طالبِ ساحل
ان کی شان کا کیا کہنا ہے ۔۔۔ جن کا ہر اک گام ہے منزل
جس کا حال ہے رشکِ جنت ۔۔۔ اس کا کیا ہو گا مستقبل
دیکھتا ہے اپنے کو اخترؔ ۔۔۔ کامل ناقص، ناقص کامل

جیسی جس کی طلب ہو اخترؔ
دور بھی ہے نزدیک بھی منزل

عشق ہو تجھ پر رحمت نازل

توڑ علائق کے تو سلاسل — دوڑ کے ہو محبوب سے واصل
کب تک ان پر قرباں ہو گا — فانی ہیں دنیا کے مشاغل
مستی سے ہر وقت ہے رقصاں — جو ہے ان کی نظر کا بسمل
رنگ رنگ کے پھول کھلیں گے — خاک میں جب تو جائے گا مل
فیضِ محبت سے بنتی ہے — منزل منزل، محفل محفل
اہل محبت ہی ہیں سمجھتے — شانِ فرائض آنِ نوافل
ان کا ہر اک چاہنے والا — رازِ محبت کا ہے حامل
اور ہی کچھ ہو جائے گا عالم — دوستو! جب بدلیں گے عوامل
ہوش و خرد سب کھو بیٹھے گا — آئے گا جب ان کے مقابل
جام محبت کے پیتے ہی — ہو گئے آساں سارے مراحل
اللہ اللہ فیضِ جنوں سے — طے ہوتے ہیں سارے منازل
تو نے کہاں سے کہاں پہونچایا — عشق ہو تجھ پر رحمت نازل

ان کی نگاہِ لطف سے احمد
ناقص ہو جاتا ہے کامل

ان سے نسبت جب ہوئی حاصل

ان سے نسبت جب ہوئی حاصل — بن گئے طاعت سارے مشاغل
بس گئے جس کے قلب و نظر میں — مل گیا اس کو یاد کا حاصل
ان کے تصور کے عالم میں — دید کی لذت ہوگئی حاصل
ان کی توجہ کی برکت سے — غافل ہوگئے ذاکر و شاغل
رہتے ہیں فردوس بداماں — یاد سے ان کی جو نہیں غافل
اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے — ہم تو ہیں ان کی بات کے ناقل
نغمۂ عشق سنا کر احمد — لے ہی لیا تونے تو مرا دل

جب تک کہ نہ پامال ہو جذبات کا عالم

جب تک کہ نہ پامال ہو جذبات کا عالم — چھایا ہی ہوا رہتا ہے آفات کا عالم
طے ہی نہیں جس نے کیا خطرات کا عالم — نادیدہ ہے اس کے لئے برکات کا عالم
دیکھا نہیں جس نے کبھی، سمجھے گا بھلا کیا — اُس کوچۂ محبوب کے دن رات کا عالم
قربان وہ کردیتا ہے جنت کی بہاریں — پاتا ہے جو قسمت سے مناجات کا عالم
بس پوچھئے اُن سے جو محبت پہ فدا ہیں — حرکات کا سکنات کا لمحات کا عالم

جنت سے بھی بڑھ کر ہے محبت کی نظر میں — محبوب کے کوچہ کے غبارات کا عالم

بس اہل محبت کو نظر آتا ہے احمد
خاکِ درِ محبوب کے ذرات کا عالم

آنکھوں میں رہا کرتا ہے برسات کا عالم

میں اور کہاں دوستو لمحات کا عالم — مت پوچھئے محبوب کی سوغات کا عالم

ہر وقت ہی رہتا ہے مدارات کا عالم — کیا پوچھتے ہو ان کی عنایات کا عالم

غائب ہوا جاتا ہے حجابات کا عالم — مشہود لگا ہونے مغیبات کا عالم

ہے کیف سے لبریز سوالات کا عالم — جنت کی بھی جنت ہے جوابات کا عالم

محسوس لگا ہونے کہ دل عرش بریں ہے — اللہ رے یہ اُن کی ملاقات کا عالم

دل جھومنے لگتا ہے مسرت سے ہمارا — یاد آتا ہے جب اُن کے خطابات کا عالم

دیکھا نہیں جب سے تجھے اے نورِ مجسم — آنکھوں میں رہا کرتا ہے برسات کا عالم

فیضانِ محبت ہے جو آتا ہے نظر آج — اک بندۂ عاصی میں کرامات کا عالم

کہنے کی نہیں بات یہ کہتا ہوں مگر خیر
پھرتا ہے نگاہوں میں محالات کا عالم

ہے ارض پہ بھی آج سماوات کا عالم

اللہ رے جب یہ ہے مجازات کا عالم — کیا ہوگا حقیقت کے کمالات کا عالم
واللہ نرالا ہے تری بات کا عالم — بالا ہے تخیل سے تری ذات کا عالم
ہے کتنا حسیں تیری عبارات کا عالم — ہے لطف سے معمور بیانات کا عالم
یہ ہے ترے قدموں کے نشانات کا عالم — کیا ہوگا تری دید کی لذات کا عالم
اول ہے محبت کی علامات کا عالم — آخر ہے محبت کے کمالات کا عالم
معراجِ محبت ہے اشارات کا عالم — انعامِ محبت ہے کنایات کا عالم
اے صلِّ علیٰ سرورِ عالم کے کرم سے — ہے ارض پہ بھی آج سماوات کا عالم

احمدؔ جسے اللہ کی رحمت نے نوازا
ملتا ہے اسے عشق کے نفحات کا عالم

کچھ کھو رہے ہیں شوق سے کچھ پا رہے ہیں ہم

اب رفتہ رفتہ ہوش میں کچھ آ رہے ہیں ہم
محفل سے ان کی روتے ہوئے جا رہے ہیں ہم

جب آ رہے تھے دل کا تھا عالم ہی اور کچھ
عالم ہی دل کا اور ہے جب جا رہے ہیں ہم

کل تک بہارِ قرب کی لذت سے مست تھے
اور اب شبِ فراق کا غم کھا رہے ہیں ہم

فرقت میں تیری یاد سے اور ذکر و فکر سے
یوں شعلہ ہائے عشق کو بھڑکا رہے ہیں ہم

محفل میں آج سازِ محبت کو چھیڑ کر
جو اہلِ عشق ہیں انھیں تڑپا رہے ہیں ہم

ہر چیز کو نگاہِ محبت سے دیکھ کر
طوفان بحرِ عشق میں اب لا رہے ہیں ہم

یہ راز وہ ہے جس کو سمجھتے ہیں اہلِ عشق
کچھ کھو رہے ہیں شوق سے کچھ پا رہے ہیں ہم

اؔحمد تجھے نہ جانا، نہ سمجھا تمام عمر
گو ساتھ جا رہے ہیں ترے آ رہے ہیں ہم

عشقِ ناداں کا نہ کھل جائے بھرم

اب کہیں پہونچے نہ تجھ سے اُن کو غم
اے مرے اشکِ ندامت اب تو تھم

رکھ رہا ہے ضبط کے با ہر قدم
عشقِ ناداں کا نہ کھل جائے بھرم

دوست کی جانب سے جو پہونچے بَلا
وہ بلا ہرگز نہیں وہ ہے کرم

دل کو میرے زندگی حاصل ہوئی
صرف یہ ہے میرے مولیٰ کا کرم

بھول جاؤں ان کو، یہ ممکن نہیں
یاد آتے ہیں وہ مجھ کو دم بدم

جس پہ کُھل جائے گا رازِ بندگی
بھول جائے گا وہ بےشک کیف و کم

واصلِ حق ہو نہیں سکتا کبھی
ڈھا نہ دے تو کبر کا جب تک صنم

وہ نہ پہونچے گا کبھی اللہ تک
راہِ سنت پر نہیں جس کا قدم

تو ہی تو ہر جا نظر آئے ہمیں
جز ترے اب غیر کو دیکھیں نہ ہم

بھول تو احمدؔ نہ اب اللہ کو
جان ہر ہر سانس کو تو مغتنم

عقل کے پیچھے ہوئے جاتے ہیں کیوں دیوانہ ہم

چل پڑے احمدؔ، مگر ہیں راہ سے بیگانہ ہم
کس طرح پہونچیں گے آخر تا درِ جانانہ ہم

نقل سے کیوں ہو رہے ہیں اس قدر بیگانہ ہم
عقل کے پیچھے ہوئے جاتے ہیں کیوں دیوانہ ہم

بھول بیٹھے اللہ اللہ مشربِ رندانہ ہم
اپنے ہاتھوں توڑ بیٹھے ساغر و پیمانہ ہم

جا رہے ہیں شوق سے اب جانبِ بتخانہ ہم
مست ہو کر کہہ رہے ہیں ہو گئے فرزانہ ہم

کس طرح توحید و سنت کا مزا ہم کو ملے
جب نہیں ہیں شمعِ رسالت کے بنے پروانہ ہم

جامِ الفت کا مزہ جب ہم نے چکھا ہی نہیں
مکر سے پھر کیوں لگائیں نعرۂ مستانہ ہم

نعمتوں سے ان کی جب سر آن ہم ہیں مستفیض
کس لئے کرتے نہیں پھر سجدۂ شکرانہ ہم

دل لرزتا ہے ہمارا، کیا کہیں کس سے کہیں
اُن کی چشمِ مست سے کیونکر کریں یارانہ ہم

جامِ الفت کیوں ملے، کیونکر ملے، کیسے ملے
آہ جاتے ہی نہیں جب جانبِ میخانہ ہم

خوشی ہے وصل کی ان کو مجھے فراق کا غم

خوشی ہے وصل کی اُن کو مجھے فراق کا غم
مقام اُن کا الگ، میرا دوسرا عالم

ملیں وہ یا نہ ملیں، اس کا ہم کریں کیوں غم
ہمیں خلوص سے کرنا ہے کوشش پیہم

نہیں ہے دوستو! جس پر بھی ان کا لطف و کرم
ہے بے خبر وہ خوشی سے، نہیں ہے واقفِ غم

غضب ہے آپ محبت پہ کر رہے ہیں ستم
نہ کس لئے ہو نظامِ حیات پھر برہم

ہزاروں قلب کو مجروح کرنے والے ہیں
لگانے والا نہیں زخم پہ کوئی مرہم

اسی نے پایا ہے دنیا میں لطف جنت کا
کیا ہے جس نے بھی سر اُن کے در پہ شوق سے خم

غلامِ عشق و محبت نہیں ہے جو احمد
خبر نہیں اسے کیا شئے ستم ہے کیا ہے کرم

اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم

کیا کہوں اپنے دل کا میں عالم
حسن اور عشق کا اب ہے سنگم

ان کی چشم عنایت کا عالم
دیکھتے رہتے ہیں رات دن ہم

پایا دنیا میں جنت کا عالم
جب رہا یاد میں ان کی ہردم

مل گیا میرا مقصودِ اعظم
عالم شوق اب ہے منظّم

تیرے صدقے میں نورِ مجسم
اور ہی اب ہے عالم کا عالم

دیکھ کر حسن کا تیرے عالم
ہوگیا عالم ہوش برہم

جس کو حاصل ہوئی لذتِ غم
کرتا رہتا ہے وہ رقصِ پیہم

لطف سے تیرے اے جانِ عالم
جانے کیا پا گئے، مست ہیں ہم

کر دیا ان کی مرضی پہ سر خم
ہوگئے دو جہاں میں معظم

وہ ہمارے ہیں، اور ان کے ہیں ہم
مرحبا مرحبا ربطِ باہم

یاد کا ان کی چھایا جب عالم
فرش آیا نظر عرشِ اعظم

جب تک اُن سے نہ نسبت ہو محکم
کوئی شادی ہے شادی، نہ غم غم

ہے تڑپنے میں جنت کا عالم
چاہیئے زخمِ دل کا نہ مرہم

ان کے در کو نہ چھوڑیں گے اب ہم
کرلیا ہے یہ عزمِ مصمّم

ان کے اسرار کا اب ہے محرم
جھومتا ہے مسرت سے مُنعَم

سامنے ہیں وہ موجود ہر دم
کون دیکھے گا، کس میں ہے یہ دم

جب تک ان کا کرم ہو نہ شامل
کام آتی نہیں سعیٔ پیہم

اُن کے جلوؤں کی رنگیں بہاریں
دیکھتے دیکھتے کھو گئے ہم

کھُل گئی جب سے چشم بصیرت
اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم

آگیا ہاتھ میں ان کا دامن
نعمتِ دو جہاں پا گئے ہم

مجھ کو حاصل ہوا اللہ اللہ
لطفِ جنت بخوفِ جہنم

یہ ہے ان کا کرم ورنہ احمدؔ
خاک ہیں خاک، اور کچھ نہیں ہم

ہم ان کی نگاہ کرم دیکھتے ہیں

جو دل پر ہم اُن کا کرم دیکھتے ہیں — تو ہم دل کو رشکِ ارم دیکھتے ہیں
کرم دیکھتے ہیں ستم دیکھتے ہیں — محبت کے ساماں بہم دیکھتے ہیں
خوشی دیکھتے ہیں نہ غم دیکھتے ہیں — ہم ان کی نگاہِ کرم دیکھتے ہیں
کبھی دل میں سوزِ عجم دیکھتے ہیں — کبھی دل کو سازِ حرم دیکھتے ہیں
فیوض درِ محترم دیکھتے ہیں — کسے کیا خبر اب جو ہم دیکھتے ہیں
نگاہِ شفیع الامم دیکھتے ہیں — تو جنت کو زیرِ قدم دیکھتے ہیں
محبت کا فیضِ اتم دیکھتے ہیں — کہ جلوہ ترا دمبدم دیکھتے ہیں
جہاں ان کے نقشِ قدم دیکھتے ہیں — وہیں ہم بہارِ ارم دیکھتے ہیں
کبھی کیف اُمُّ السّلم دیکھتے ہیں — کبھی برکتِ ملتزم دیکھتے ہیں
مبارک بفیض محبت مبارک — کہ ہم "لا" میں لطفِ نَعَم دیکھتے ہیں
جو اہل محبت ہیں اللہ اکبر — کرم کیا، وہ جانِ کرم دیکھتے ہیں

ہے کیا بات، نام اُن کا آتے ہی لب پر
ہم احمدؔ تری آنکھ نم دیکھتے ہیں

رشکِ فردوس بن گیا زنداں

مل گیا مل گیا غمِ جاناں ۔ پا گیا پا گیا سُرورِ جناں

رفتہ رفتہ ہوا یہ رازِ عیاں ۔ درد خود ہی ہے درد کا درماں

ہے نگاہِ کرم کا فیض نہاں ۔ اڑ گیا غیرِ دل سے بن کے دھواں

کون سمجھے گا ہے یہ رازِ نہاں ۔ رو رہا ہوں، نہیں ہیں اشک رواں

اب سوا ان کے سب کو بھول گیا ۔ ہو مبارک یہ نعمتِ نسیاں

مل گیا مجھ کو گوہرِ مقصود ۔ آ گیا ہاتھ میں ترا داماں

عشق کے فیض سے بحمداللہ ۔ رشکِ فردوس بن گیا زنداں

لب پہ نام اُن کا، دل میں اُن کی یاد ۔ ہے یہی میری زیست کا ساماں

راہ برسوں کی طے ہوئی پَل میں ۔ عشق کا ہے بہت بڑا احساں

جب ہوئی ان کی یاد کی توفیق ۔ ہوا آباد تب دلِ ویراں

اک نظر اُن پہ پڑتے ہی احمد
آ گیا بحرِ عشق میں طوفاں

راستہ عشق کا نہیں آساں

اُن کی مرضی پہ دل سے ہوں قرباں جانئے اس کو حاصلِ عرفاں
جو بھی ہے اُن کا تابعِ فرماں ہے حقیقت میں بس وہی انساں
جس نے اپنا مٹایا نام ونشاں ہفت اقلیم کا بنا سلطاں
اُن کی محفل کو چھوڑ کر نادان لطف ہرگز نہیں، یہاں نہ وہاں
اُن کے در کے سوا بتائیں تو دلِ مضطر کو لے کے جائیں کہاں
اُن پہ سب کچھ نثار کرنا ہے راستہ عشق کا نہیں آساں
تیر پر تیر کھاتے ہیں عُشّاق نہیں کرتے ہیں پھر بھی آہ و فغاں
دیکھ لیں اُن کو ہم اس عالم میں اس کا ہرگز نہیں کوئی امکاں
شان ان کی عجیب ہے واللہ وہ نہاں ہو کے بھی نہیں ہیں نہاں
اُن کے اسرار اہل دل کے سوا کرنہیں سکتا کوئی اور بیاں
اُن کی محفل میں آتے ہی دل سے ہوئی کافور ظلمتِ عصیاں
ان کی نظروں کی یہ کرامت ہے کوئی خندہ ہے اور کوئی گریاں
جامِ الفت نہیں پیا جس نے دل نہیں اس کا دل، زباں نہ زباں

ان کی عظمت کے سامنے احمؔد
انبیا، اولیا ہیں سب لرزاں

ہو مبارک ندامتِ عصیاں

آگیا اس مقام پر میں جہاں
عقل لرزاں ہے عشق ہے حیراں
اس کا عالم نہ پوچھ اے ناداں
رکھتا پہلو میں جو ہے قلب تپاں
کرلیا پیار بڑھ کے رحمت نے
ہو مبارک ندامتِ عصیاں
اِس کو اہل جنوں سمجھتے ہیں
میری معراج ہے مرا احرماں
اک نظر جس نے اُن کو دیکھ لیا
ہوگیا اُن پہ بس وہی قرباں
اس کو اہل خرد نہ سمجھیں گے
میرے دل میں جو راز ہے پنہاں
یاد سے اُن کی ہائے غافل ہیں
اس سے بڑھ کر نہیں ہے کوئی زیاں

ہے وہی ہوشیار اے احمدؔ
رہتا ہے اپنے دل کا جو نگراں

ذرّہ بھی بن گیا مہِ تاباں

ہوئے ہوش و حواس سب پرّاں
جب نظر آیا حسن کا ایواں
جو بھی ہے دل سے ان کا شیدائی
اس پہ قرباں نہ کیوں ہو سارا جہاں
قصۂ عشق گر سناؤں میں
کیوں نہ آنکھوں سے پھر ہو اشک رواں
جب نگاہ کرم سے دیکھ لیا
ذرہ بھی بن گیا مہِ تاباں
آنکھ والوں کو سارے عالم میں
نظر آتا ہے بے نشاں کا نشاں
بے بصر کو خبر نہیں ورنہ
جلوہ ہی جلوہ ہے یہ سارا جہاں
اک نظر اُن کو دیکھ لوں احمد
بس یہی دل میں ہے مرے ارماں

میرے حق میں خزاں نہیں ہے خزاں

تیرے لطف و کرم پہ میں قرباں
مجھ کو پہونچا دیا کہاں سے کہاں

روز و شب میں رہوں نہ کیوں شاداں
خانۂ دل میں جب وہ ہیں مہماں

جو عیاں تھا وہ ہو رہا ہے نہاں
جو نہاں تھا وہ ہو رہا ہے عیاں

دل پہ عاشق کے چلتے ہیں آرے
وہ مناتا ہے جھوم کر خوشیاں

اہل دل کا عجیب عالم ہو
داستاں عشق کی کروں جو بیاں

میں خزاں میں بھی دیکھتا ہوں بہار
میرے حق میں خزاں نہیں ہے خزاں

اب کہیں اور دل نہیں لگتا
جب سے دیکھ آئے ہیں تری گلیاں

جب سے ان کی نگاہِ لطف پڑی
خانۂ دل کا ہے عجیب سماں

تو حقیقت جسے سمجھتا ہے
وہ حقیقت نہیں، ہے تیرا گماں

جو ہیں صادق تری محبت میں
لب پہ ان کے نہیں چنیں و چناں

اپنی قسمت سے پاتا ہے کوئی
چشم گریاں و سینۂ بریاں

اُن کی ادنیٰ سی ایک توجہ سے
ہوا دریائے عشق دل میں رواں

سارے عالم میں اُس کے عاشق کو
نظر آتا ہے بس اُسی کا نشاں

حسن کے فیض سے کوئی احمد
محفلِ عشق کا ہے روحِ رواں

ہیں بہاریں سیکڑوں پنہاں دل برباد میں

صابری منزل کا عالم اور فیض آباد میں
کیف کس نے بھر دیا میرے دلِ ناشاد میں
اللہ اللہ روح پر اک وجد طاری ہو گیا
وہ مزا مجھ کو ملا، ظالم تری بیداد میں
میں تو اس قابل نہ تھا لیکن یہ ہے تیرا کرم
لطفِ جنت کا ملا مجھ کو ترے ارشاد میں
دیکھنے والے ذرا دیکھیں کرامت عشق کی
مستیٔ دل کا یہ عالم خانماں برباد میں
میری صورت دیکھ کر مت کھائیے ہرگز فریب
ہیں بہاریں سیکڑوں پنہاں دلِ برباد میں
مرحبا صد مرحبا صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
بھول بیٹھا لذتیں سب لذتِ فریاد میں
اب سوا اُن کے کسی کا ہوش باقی ہی نہیں
رفتہ رفتہ کھو گیا احمدؔ کسی کی یاد میں

دل رو رہا ہے میرا، مگر آنکھ تر نہیں

اس راز کی کسی کو بھی مطلق خبر نہیں
دل رو رہا ہے میرا، مگر آنکھ تر نہیں

غیروں پہ تیری جاتی ہے کس واسطے نظر
واللہ ان کے ہاتھ میں نفع و ضرر نہیں

جب میں ہوں ان کے ذکر کی دولت سے مالا مال
کیوں غم ہو اپنے پاس جو لعل و گہر نہیں

تسکین خود وہ آ کے مجھے دے رہے ہیں آج
صد شکر ہے کہ آہ مری بے اثر نہیں

ہم ہیں مریضِ عشق، نہ ہو گی ہمیں شفا
تدبیر کوئی بس میں ترے چارہ گر نہیں

سننا ہے آپ کو تو سنیں شوق سے جناب
یہ داستانِ عشق، مگر مختصر نہیں

اتنا تو ہوش ہے کہ مرے سامنے ہیں وہ
اس کے سوا مجھے کسی شئے کی خبر نہیں

الفت میں ان کی اپنے کو جس نے بھلا دیا
دونوں جہاں میں پھر اسے خوف و خطر نہیں

احمدؔ کسی کے عشق میں دیوانہ ہو گیا
وہ بے خبر بھی ہو کے مگر بے خبر نہیں

جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

ہیں صادق آپ گر اے دوست اقرارِ محبت میں
طلب خود کرلئے جائیں گے دربارِ محبت میں

مبارک ان کو جو ہیں غرق افکارِ محبت میں
پہونچ جائیں گے اک دن اڑ کے گلزارِ محبت میں

کوئی نازاں نہ ہو گر جان بھی ان پر فدا کردے
نہیں کچھ جان کی قیمت ہے بازارِ محبت میں

اسے نسیان کامل غیر سے واللہ ہوتا ہے
عجب کچھ شان دیکھی میں نے بیمارِ محبت میں

لٹا دیتا ہے جنت کی بہاریں شوق سے عاشق
مزا کچھ اس طرح پاتا ہے گلزارِ محبت میں

محبت تیری یہ برکت، محبت تجھ پہ صد رحمت
نہیں پندار دیکھا میں نے سرشارِ محبت میں

محبت کے جو دیوانے ہیں ان کا حال تو یہ ہے
مزا آتا ہے ان کو صرف اذکارِ محبت میں

جسے بھی اک نظر دیکھیں، وہی ہو جائے دیوانہ
رسائی حسن کی ہے اے دوست دربارِ محبت میں

محبت ہی محبت رات دن ان کا وظیفہ ہے
یہ جذبہ میں نے دیکھا ہے طلب گارِ محبت میں

جہاں دیکھیں، جدھر دیکھیں نظر محبوب آتا ہے
تعالی اللہ یہ برکت ہے انوارِ محبت میں

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے، میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

نہ مہکے گا تو خوشبوئے محبت سے قیامت تک
جلے گا تو نہ جب تک شوق سے نارِ محبت میں

پکڑ لے ہاتھ جو ان کا وہی محبوب تک پہونچے
خوشا یہ شان محبوبی فدا کارِ محبت میں

خدا کا فضل ہے ورنہ میں اس قابل نہ تھا احمد
کہ میں نے آگ جو بھر دی ہے اشعارِ محبت میں

یہی کہتے ہیں سب، ہارے ہیں ہم ہارے محبت میں

جو ہیں اہلِ محبت، دوستو پھر ان کا کیا کہنا
محبت کے لئے پھرتے ہیں انگارے محبت میں
عجب کچھ صورتیں ہو جاتی ہیں پیغام باہم کی
معین کر دیئے جاتے ہیں ہرکارے محبت میں
جو اہلِ ذوق ہیں سنتے ہیں گوشِ دل سے آوازیں
بجا کرتے ہیں پراسرار نقّارے محبت میں
کوئی کچھ بھی کرے وہ دیکھ سکتا ہی نہیں ہرگز
نظر آتے ہیں عاشق کو جو نظّارے محبت میں
محبت، کھیل لڑکوں کا نہیں ہے، کچھ سمجھتے ہیں؟
دلِ عاشق پہ چلتے ہیں سدا آرے محبت میں
محبت میں کوئی بھی ان سے جیتے، ہے یہ ناممکن
یہی کہتے ہیں سب، ہارے ہیں ہم ہارے محبت میں
یہ ناممکن ہے، آئے پاس اور پھر تر نہ ہو جائے
محبت کے اڑا کرتے ہیں فوّارے محبت میں

ورنہ اُن کی راہ میں ناقہ نہیں محمل نہیں

وہ نہ جس محفل میں ہوں، محفل ہی وہ محفل نہیں
وہ نہ ہوں جلوہ فگن جس دل میں وہ دل دل نہیں
قیس بیچارہ رموزِ عشق سے تھا بے خبر
ورنہ اُن کی راہ میں ناقہ نہیں محمل نہیں
وہ رہیں راضی، یہی مطلوب ہے مقصود ہے
بوالہوس!! اس کے سوا کچھ عشق کا حاصل نہیں
اس کو کیا معلوم کیا شئے ہے بہارِ زندگی
ہائے وہ ناداں، تیرے رندوں میں جو شامل نہیں
لطفِ جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو، لیکن ترا بسمل نہیں

یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

یہ دل کی ہے آواز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں
اس پر ہے مجھے ناز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

کچھ ہونا مرا، ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

آئے گا سمجھ میں نہ کسی اہل خرد کی
یہ عشق کا ہے راز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

یہ نعمتِ عظمیٰ، مجھے ملتی نہ کبھی بھی
ہے عشق کا اعجاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

تیرے کرمِ خاص پہ سو جان سے قرباں
میں اس سے ہوں ممتاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

فیضانِ محبت ہے مبارک ہو مبارک
اب دل نہیں ناساز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

احمدؔ ترا ہر نغمہ ہے پیغامِ محبت
دل کش ہے یہ آواز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

تو سمجھتا اسے کیوں حضوری نہیں

تو سمجھتا اسے کیوں حضوری نہیں
جب کہ دوری میں احساسِ دوری نہیں
وہ مقامِ محبت سے ہے بے خبر
جس کو معلوم ہی قرب و دوری نہیں
تو حضوری سمجھتا ہے جس چیز کو
وہ تو دوری ہے، ہرگز حضوری نہیں
ہوگیا محو کچھ اس طرح دید میں
اب حضوری میں ہوشِ حضوری نہیں
اللہ اللہ، یہ عشق کی برکتیں
اب تو دوری حضوری ہے، دوری نہیں
میری دوری پسند ان کو ہے دوستو!
اب تو دوری سے بڑھ کر حضوری نہیں

وہی ہے حقیقت میں سلطانِ دوراں

تصور ہے تیرا تسلی کا ساماں — تعلق ہے تیرا، مرے دل کا ارماں

ہے بے شک محبت تیری جانِ ایماں — عبادت اطاعت تیری روحِ عرفاں

اس عاصی پہ اب ہے یہ لطف فراواں — ترے ہجر میں بھی ہے جنت بداماں

بنایا جسے تم نے جانِ بہاراں — مقدر پہ اپنے نہ کیوں ہو وہ نازاں

ترا نام ہی دردِ دل کا ہے درماں — تری یاد میں لطف جنت ہے پنہاں

مبارک! مبارک، جو ہیں اہلِ عرفاں — وہ سو جاں سے ہیں ان کی مرضی پہ قرباں

غلامی پہ ان کی ہے، جو کوئی نازاں — وہی ہے حقیقت میں سلطانِ دوراں

کسی کی نگاہِ کرم کی بدولت — بنا رفتہ رفتہ کوئی جانِ جاناں

بصیرت کی نظروں سے جس نے بھی دیکھا — بیاباں نظر آیا اس کو گلستاں

اگر آپ دیکھیں نگاہِ کرم سے — نہ ہو جائے کیوں نفسِ کافر مسلماں؟

ترے چاہنے والے جنت کی جانب — چلے جا رہے ہیں خراماں خراماں

ملی ہے جسے بھی محبت کی دولت — وہ رہتا ہے ہر حال میں مست و شاداں

یہ اعجاز ہے ان کے لطف و کرم کا — کبھی ہم ہیں خنداں کبھی ہم ہیں گریاں

جہاں بھی قدم ان کے پڑ جائیں احمدؔ — بنے کیوں نہ وہ خاک لعلِ بدخشاں

ان کی نگاہ لطف ہو اور بار بار ہو

غافل تو ایک دن نہ کہیں شرمسار ہو
گل تو سمجھ رہا ہے جسے، وہ نہ خار ہو

کیا پوچھنا ہے اُس کا بڑا خوش نصیب ہے
محبوب کے فراق میں جو بے قرار ہو

مشغول ہو کے غیر میں کیوں کر رہا ہے دیر
دربارِ حسن میں نہ ترا انتظار ہو

ناداں سمجھ سے کام لے کھاتا ہے کیوں فریب
سمجھا جسے خزاں، نہ کہیں وہ بہار ہو

عرفاں کا جام اس کو ہی ملتا ہے دوستو!
ساقی کی ہر ادا پہ جو دل سے نثار ہو

جی چاہتا ہے اپنا کہ اس خاکسار پر
ان کی نگاہ لطف ہو اور بار بار ہو

میخوار بس وہی ہے، وہی رند باصفا
آنکھوں میں جامِ عشق کا جس کی خمار ہو

جنت کا لطف کیوں نہ تڑپنے میں پھر ملے
ان کی نظر کا تیر اگر دل کے پار ہو

ممکن نہیں ہے ان کا کبھی شکر ہو ادا
احسان جن کا ہم پہ ہو اور بے شمار ہو

دل میں ہو ان کی یاد تو لب پر ہو ان کا نام
اب مشغلہ مرا یہی لیل و نہار ہو

تا عمر ان کے نقشِ قدم پر میں اب چلوں
جی چاہتا ہے بس یہی میرا شعار ہو

دنیا اسے جو چاہے کہے، اس کو فکر کیا
اپنی نظر میں دوستو جو خود ہی خار ہو

جس کو ملی ہے عشق کی دولت زہے نصیب
صحرا بھی اس کے حق میں نہ کیوں لالہ زار ہو؟

مرضی پہ ان کی شوق سے سب کچھ نثار کر
میدانِ عشق میں نہ کہیں تیری ہار ہو

دونوں جہاں میں پاتا ہے بیشک وہی فلاح
روتا جو اپنے جرم پہ زار و قطار ہو

مستی سے کیوں نہ رقص کرے یہ بتایئے؟
جس پر بھی ان کی تیغِ محبت کا وار ہو

بڑھ کر تو کر دے دیدہ و دل اپنا فرشِ راہ
احمد! وہ آ رہے ہیں ذرا ہوشیار ہو

وفورِ شوق میں یوں جل رہے ہیں پروانے

یہ ہوشیار ہیں، یا ہیں یہ تیرے دیوانے
نثار ہوتے ہیں جن پر ہزار میخانے

گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے
دیا پیام کچھ ایسا سکوتِ صحرا نے

گذر رہی ہے جو دل پر وہ کوئی کیا جانے
بنا دیا مجھے بے کیف یادِ فردا نے

نہیں جو شمعِ محبت کے ہائے! پروانے
خدا کی شان وہ آئے ہیں مجھ کو سمجھانے

سکوں کی جان ہے واللہ تیری محفل میں
چلے عبث ہیں گلستاں میں دل کو بہلانے

کہیں بھی ہم ہوں، مگر فیض ہے یہ ساقی کا
ہمارے پاس پہونچتے ہیں اڑ کے پیمانے

نہ جس کے دل پہ لگی چوٹ ہو محبت کی
وہ بدنصیب، بھلا کیفِ درد کیا جانے

کمال یہ ہے کہ آواز تک نہیں آتی
وفورِ شوق میں یوں جل رہے ہیں پروانے

کریں گے خاک وہ رندی، سمجھ چکا ہوں میں
جو ایک گھونٹ ہی پی کر لگے ہیں اترانے

قبول کرلیں تو سمجھیں کہ ہم بھی مخلص ہیں
کئے ہیں پیش، دل وجاں کے ہم نے نذرانے

نثارِ جانِ حزیں کردے شوق سے احمد
کھڑا ہے کون ذرا دیکھ تیرے سرہانے

کمالِ عشق تو مَر مَر کے جینا ہے، نہ مرجانا

جو اسرارِ محبت جانتے ہیں تیرے دیوانے
قیامت تک سمجھ سکتے نہیں وہ راز فرزانے
وہی دستور میخانے کا ہے، یا اور کچھ ساقی
اسی طرزِ کہن سے اب بھی کیا ملتے ہیں پیمانے
کمالِ عشق تو مَر مَر کے جینا ہے، نہ مرجانا
ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں ہائے پروانے
جو گھائل ان کی نظروں کا نہیں میں کیا کہوں اس کو
وہ بیچارہ بھلا دردِ محبت کیا ہے، کیا جانے
نگاہوں میں نہیں جچتی ہے اب کونین کی دولت
متاعِ بے بہا بخشا وہ مجھ کو جام و مینا نے

خدا جانے، خبر ہے باغباں کو یا نہیں احمد
گلستانِ محبت کے لگے ہیں پھول مرجھانے

خوشی میں رو نہ سکے غم میں مسکرا نہ سکے

جو دل کو شمع محبت سے جگمگا نہ سکے
وہ ہائے پردہ کو جلوہ کبھی بنا نہ سکے

جو ان کی مرضی پہ دونوں جہاں لٹا نہ سکے
وہ دل کو آئینۂ حق نما بنا نہ سکے

نظر کو اپنی جو ان کی نظر بنا نہ سکے
لطیف جلوے نگاہوں میں اس کی آ نہ سکے

ہم ان کی یاد کی برکت اسے سمجھتے ہیں
بھلانا چاہا بھی ان کو مگر بھلا نہ سکے

سرور و کیف کا عالم نہ پوچھئے اس سے
جو آستانِ محبت سے سر اٹھا نہ سکے

بھٹک کے منزل جاناں سے دور جا پہونچے
جو جوشِ عشق میں جذبات کو دبا نہ سکے

کوئی سمجھنا بھی چاہے تو کس طرح سمجھے
وہ دل کا راز جو وہم و گماں میں آ نہ سکے

نہیں ہیں جو ترے دیوانے آج تک وہ کبھی
خوشی میں رو نہ سکے، غم میں مسکرا نہ سکے

وہی مقامِ محبت ہے حضرت احمدؔ
جہاں کوئی بھی سوا ان کے یاد آ نہ سکے

مانا، نہ سہی آج تو کل یاد کریں گے

اجڑے ہوئے دل کو مرے آباد کریں گے
برباد محبت کو نہ برباد کریں گے

توبہ! ارے غیروں پہ وہ بیداد کریں گے
اپنا جسے سمجھیں گے، اسے یاد کریں گے

مانا، نہ سہی آج تو کل یاد کریں گے
ناشادِ محبت کو مگر شاد کریں گے

ہم یاد کریں گے، وہ ہمیں یاد کریں گے
یونہی دلِ برباد کو آباد کریں گے

ہم آہ و فغاں اور نہ فریاد کریں گے
ان کے کرمِ خاص کو بس یاد کریں گے

آنے لگے گلشن کے مزے ہم کو قفس میں
شکوہ نہ کبھی ہم تیرا صیاد کریں گے

وہ چاہنے والوں کے لئے اپنے یقیناً
عالم ہی نیا حسن کا ایجاد کریں گے

نعمت یہ مبارک ہو کہ احمدؔ کبھی تجھ کو
وہ دامِ محبت سے نہ آزاد کریں گے

عجب شئے ہے صدائے لن ترانی

سمجھتا ہے جسے نا مہربانی — ارے ناداں! وہ ہے لطف نہانی
جو ان کی یاد میں ہے مست و سرشار — اسی کو ڈھونڈھتی ہے کامرانی
محبت نے کرم جس پر کیا ہے — اسے حاصل ہے ہر دم شادمانی
وہ کیا جانے بہارِ کیف و مستی — نہیں ہے جس پہ ان کی مہربانی
جو آسکتا نہیں وہم و گماں میں — اسے کیا پاسکیں لفظ و معانی
کوئی اہل محبت سے تو پوچھے — عجب شئے ہے صدائے لن ترانی
نہیں تیرِ محبت کا جو گھائل — اسے معلوم کیا سوزِ نہانی
بصیرت کی نظر جب سے ملی ہے — خود اپنے سے ہے مجھ کو بدگمانی
کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے — مجھے خود کر دیا روح المعانی
کہاں میں اور کہاں یہ کیفِ ایماں — مرے اللہ تیری مہربانی

جو ان کا ہو گیا احمدؔ اسی کو
ملا کرتا ہے عیشِ جاودانی

مقتدیٰ وہ نہیں، جو نہیں مقتدی

آئے تھے وہ تصور میں میرے ابھی
کھل گئی، کھل گئی میرے دل کی کلی

یوں تو لب پر نہیں ان کا ذکرِ جلی
اُن سے لیکن ہے ہر وقت ربطِ خفی

مبتدی کوئی ہو، یا کہ ہو منتہی
کہتے ہیں دوستو! "ما عرفنا" سبھی

درد ہو، کرب ہو، غم ہو، یا ہو خوشی
دیکھا ہر حال میں ان کا لطفِ خفی

دور ہو جائے گا جب حجابِ خودی
تو نہ ہوگا، رہیں گے وہی بس وہی

اِس حقیقت سے واقف ہیں اہلِ نظر
مقتدیٰ وہ نہیں، جو نہیں مقتدی

ملتی ساقی کے دستِ کرم سے جو مئے
دور ہوتی نہ کیوں تیری تشنہ لبی

جان جس نے محبت میں قربان کی
درحقیقت اسے مل گئی زندگی

پوچھئے مت، یہ اسرار ہیں عشق کے
روتے روتے مجھے آگئی کیوں ہنسی

فرش سے عرش تک عرش سے فرش تک
سیر اہلِ محبت، یہی ہے یہی

ان کو ڈھونڈھا بہت، وہ نہ لیکن ملے
وہ ملے کب ہمیں، مٹ گئی جب خودی

اللہ اللہ، میں رقص کرنے لگا
کتنی پُر کیف ہے اُف مری بیکلی

جو محبت کا بیمار ہے دوستو!
کون کر سکتا ہے اس کی چارہ گری

حال اس کا نہ پوچھو مرے دوستو
عشق کی آگ ہے جس کے دل میں لگی

جان اپنی نہ کیوں بیچ دیں شوق سے
اللہ اللہ جب ہیں وہ خود مشتری

ہو مبارک تجھے احمدؔ ناتواں
تیرے دل کی ہوئی سوکھی کھیتی ہری

میں ان پر مر مٹا تب گلشنِ دل میں بہار آئی

کسی نے جب کرم سے اک نگاہ خاص فرمائی
مرے اجڑے ہوئے دل میں بہارِ جانفزا آئی

نہ پائیں گے کبھی اہلِ جنوں کی شانِ یکتائی
کریں اہلِ خرد تا عمر چاہے خامہ فرسائی

سوا ان کے نہ اب دل میں ہے کوئی اور نہ آنکھوں میں
بحمداللہ محبت نے عجب تاثیر دکھلائی

میں اس پر جان و دل سب کچھ کروں قرباں نہ کیوں آخر
کرم سے جس کے دردِ لادوا کی بھی دوا پائی

سنیں یہ بات میری گوشِ دل سے جو میں کہتا ہوں
میں ان پر مر مٹا تب گلشنِ دل میں بہار آئی

ہوا جو بھی اسیرِ دامِ الفت دوستو اس کو
کوئی کہتا ہے دیوانہ کوئی کہتا ہے سودائی

جو ہے ہر حال میں راضی فدا ہے ان کی مرضی پر
بڑا خوش بخت ہے بخشی گئی ہے اس کو دانائی

نہ ہو کیوں ناز آخر اس کو اپنی خوش نصیبی پر
جو ان پر دل سے قرباں ہے جو ان کا دل سے شیدائی

جو مردے تھے انھیں بخشی حیاتِ جاوداں تو نے
کوئی آ کر ذرا دیکھے تری شانِ مسیحائی

نہ کیوں وہ مست ہو کر روز و شب رقصاں رہے آخر
محبت کی بجا کرتی ہے جس کے دل میں شہنائی

جو ہیں اہلِ خرد، اس کو بھلا کیا خاک سمجھیں گے؟
لئے ہے کیفِ جنت عشق میں عاشق کی رسوائی

ہوا محسوس جیسے مل گئی کونین کی دولت
مقدر سے ترے پہلو میں جب ہم نے جگہ پائی

سنا جس نے وہی سو جان سے حق پر ہوا قرباں
کوئی دیکھے تو آ کر عاشقوں کی شانِ گویائی

عجب عالم ہوا اللہ اکبر اہلِ محفل کا
حدیثِ عشق کی احمدؔ نے جب بھی شرح فرمائی

عشق نے احمد مجلّیٰ کر دیا

ہو گئے ساقی سے طالب جام کے
آدمی اب ہو گئے ہم کام کے
دَور چلتے ہیں مئے گلفام کے
ہیں یہی اشغال صبح و شام کے
جو ہیں بندے نفس نافرجام کے
بے خبر ہیں فیض سے اسلام کے
پاتے ہیں دنیا میں جنت کے مزے
مرتبے ہیں یہ ترے خدام کے
جلوۂ جاناں اگر ہو دیکھنا
دھوئیں دھبے جامۂ احرام کے

عشق نے احمد مجلیٰ کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

خوشا نصیب! کسی کا ملا مجھے غم ہے

خوشی ہے ان کی خوشی، ان کا غم مرا غم ہے
بہ فیضِ عشق، مرے دل کا اب عالم ہے
ہمارے حال پہ اب ان کا لطفِ پیہم ہے
کسے خبر ہے مرے دل کا اب جو عالم ہے
کسی کی یاد میں اب آنکھ میری پرنم ہے
کسی کا نام مرے زخمِ دل کا مرہم ہے
خوشی کو آگ لگا دی خوشی خوشی میں نے
خوشا نصیب کسی کا ملا مجھے غم ہے
نظر کے سامنے موجود ہیں مگر اے دوست
کسے ہے تابِ نظر دیکھے کس میں یہ دم ہے
ضرور لیکے ہم اٹھیں گے گوہر مقصود
کہ آستانِ کرم پہ ہمارا سر خم ہے
خلوص دل سے پکارے اگر کوئی اُن کو
ہر ایک نام ہی ان کا پھر اسمِ اعظم ہے

لا مجھکو دکھا، ان کی طرح کوئی اگر ہے

پنہاں تری فرقت میں قیامت کا اثر ہے
قربت میں منور مری ہر شام و سحر ہے

صد شکر مجھ عاصی پہ تری خاص نظر ہے
اب شام مری شام، سحر میری سحر ہے

مرضی تری ہر وقت جسے پیش نظر ہے
بس اس کی زباں پر نہ اگر ہے نہ مگر ہے

کچھ اور نہیں، صرف یہ فیضان نظر ہے
جو ذرّۂ ناچیز تھا وہ رشکِ قمر ہے

تسلیم، کہ حاصل تجھے ہر علم و ہنر ہے
لیکن یہ بتا کچھ تجھے اپنی بھی خبر ہے

ساقی نے جسے جام محبت سے نوازا
دل اس کا ہے دل، اور نظر اس کی نظر ہے

ہم خوف سے لرزاں ہیں، اور امید سے رقصاں
قرباں! یہ سب ان کی محبت کا اثر ہے

فیضانِ محبت ہے یہ فیضانِ محبت
اب میں ہوں، تری یاد ہے، اور دیدۂ تر ہے

میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں، یہ بتا دے
لا مجھ کو دکھا، ان کی طرح کوئی اگر ہے

احمدؔ کو ملے کیوں نہ غمِ عشق کی دولت
قسمت سے وہ محبوب کا منظورِ نظر ہے

جو کہلاتے تھے دیوانے، وہ نکلے ہائے فرزانے

بدل جائیں نہ کیوں آخر محبت کے اب افسانے
جو دیوانے تھے احمدؔ ہوش میں وہ بھی لگے آنے

کرم سے ان کے جو شمعِ محبت کے تھے پروانے
پتہ ملتا نہیں ان کا کہاں ہیں اب خدا جانے

سنانے ہم لگے جس وقت جانبازوں کے افسانے
سرِ محفل لگے آخر سخن سازوں کو غش آنے

نہیں معلوم کیا انجام ہوا اس کا خدا جانے
غضب ہے آج محفل میں نہ شمعیں ہیں نہ پروانے

سنائیں ہم کسے آخر محبت کے اب افسانے
الٰہی خیر ہو اپنے ہوئے جاتے ہیں بیگانے

جو محروم محبت ہیں غضب ہے کیا قیامت ہے،
تری محفل سے اٹھ کر جا رہے ہیں دل کو بہلانے

محبت کی کسوٹی پر حقیقت ہو گئی عریاں
جو کہلاتے تھے دیوانے وہ نکلے ہائے فرزانے

نظر رکھتے ہوئے بھی جو ہیں محروم نظر احمدؔ
وہ چاہے اور کچھ بھی ہوں نہیں ہیں تیرے دیوانے

ذرہ ماہِ تمام ہوتا ہے

جب کوئی ہم کلام ہوتا ہے — دل کا برہم نظام ہوتا ہے
عشق میں جو کبھی خام ہوتا ہے — بس وہ محرومِ جام ہوتا ہے
کس قدر اہتمام ہوتا ہے — تب کہیں جام جام ہوتا ہے
حسن کا انتظام ہوتا ہے — عشق کا یونہی نام ہوتا ہے
عشق کا جو غلام ہوتا ہے — وہ جہاں کا امام ہوتا ہے
عشق کا انتقام کیا کہنا — لطف کا انتقام ہوتا ہے
اللہ اللہ! عشق والوں کا — ہر نفس اک پیام ہوتا ہے
کوئے محبوب کا ہر اک ذرّہ — قابلِ احترام ہوتا ہے

عشق کی اک نگاہ سے احمدؔ
ذرّہ ماہِ تمام ہوتا ہے

محبت میں کسی کا کب بھلا نقصان ہوتا ہے

بحمداللہ یہ تو عشق پر احسان ہوتا ہے
تِرا نزدیک رہنا باعث عرفان ہوتا ہے
محبت میں کسی کا کب بھلا نقصان ہوتا ہے
یہاں تو فائدہ ہی فائدہ ہر آن ہوتا ہے
جو ان کا صدق دل سے تابع فرمان ہوتا ہے
مبارک ہو وہی بس کاملِ ایمان ہوتا ہے
اگر قسمت سے کوئی صاحبِ عرفان ہوتا ہے
نظر سے اس کی اوجھل عالمِ امکان ہوتا ہے
جو ان کی یاد سے مسرور ہے مخمور ہے ہر دم
گدا ہوتے ہوئے وہ دوستو! سلطان ہوتا ہے

جب سے نظروں میں میری کوئی بسا ہے احمد

رازِ الفت سے خبردار نظر آتا ہے
جو ہے دیوانہ وہ ہشیار نظر آتا ہے

ان کی مرضی کے جو بندے ہیں مبارک ہو انھیں
خار ان کو گل و گلزار نظر آتا ہے

لئے پھرتا ہے وہ جنت کی بہاریں دل میں
مئے عرفاں سے جو سرشار نظر آتا ہے

اور کچھ بھی نہیں، یہ ہے تری نظروں کی خطا
ہے وہ مجبور، جو مختار نظر آتا ہے

رحمتِ خاص سے جس کو بھی بنایا اپنا
بس وہ ہر غیر سے بیزار نظر آتا ہے

آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا جنت کی بہار
ترے عاشق میں وہ پندار نظر آتا ہے

تری محفل کی عجب شان ہے اللہ اللہ!
ہر کوئی محرمِ اسرار نظر آتا ہے

جس نے میخانۂ عرفاں میں پیا رنگیں جام
بس وہی مست، سرِ دار نظر آتا ہے

داستاں عشق کی ہم کس کو سنائیں آخر
دیکھیے جس کو وہ دیوار نظر آتا ہے

جب سے نظروں میں مری کوئی بسا ہے احمد
ہر طرف حسن کا بازار نظر آتا ہے

کیسی قربت کیسی دوری!

بخشا کسی کو قرب و حضوری — اور کسی کو لذتِ دوری
حاصل ہے اب جانِ حضوری — اللہ رے شانِ مہجوری
خود ہی نہیں احساس حضوری — ورنہ کبھی ان سے نہیں دوری
جس کو ابھی ہے شکوۂ دوری — اس کی محبت ہی ہے ادھوری
قرب کی لذت لوٹنے والو — جانِ محبت ہے غمِ دوری
اہلِ محبت کے مذہب میں — غیبت بھی ہے عین حضوری
دوستو! ہے معراجِ محبت — عشق میں عاشق کی مجبوری
اہل خرد سے کون بتائے — کتنا حسیں ہے غم مہجوری
ہوتی نہ یوں تکمیل محبت — اپنی تمنا ہوتی جو پوری
ان کی مرضی پیشِ نظر ہے — کیسی قربت! کیسی دوری!
ان کی طلب ہے مقصد اعظم — اور ہر اک شئے غیر ضروری
فرقت و قربت حضرتِ ناصح — عشق میں دونوں ہی ہیں ضروری
اللہ اللہ اللہ اللہ — خاکی بھی ہے اب تو نوری
ہر جلوہ پردہ ہے احمد — قربت ہے اور پھر بھی ہے دوری

دل اس کا کبھی طور، کبھی جانِ حرم ہے

جو چیز ترے ذوق میں اُف جَور و ستم ہے
احساس میں عاشق کے وہی لطف و کرم ہے

ہے تیری خطا، ہائے سمجھتا جو ستم ہے
کیا شئی ہے ستم، کچھ بھی ہو ہر حال کرم ہے

ہو تجھ کو مبارک کوئی مائل بہ کرم ہے
اعزازِ محبت ہے جو یہ مشقِ ستم ہے

سر جس کا نہیں در پہ ترے شوق سے خم ہے
محروم ہے کیا جانے وہ کیا چیز کرم ہے

حاصل جسے محبوب کا فیضانِ کرم ہے
دل اس کا کبھی طور کبھی جانِ حرم ہے

ہر زخم میں پوشیدہ ہیں جنت کی بہاریں
عشاق سے پوچھو یہ کرم ہے کہ ستم ہے

جس کی نگہ شوق اسے ڈھونڈ رہی ہے
احساس میں اس کے نہ کرم ہے نہ ستم ہے

ساقی کے کرم سے جو ہے مخمورِ محبت
ہر ایک ستم اس کے لئے جانِ کرم ہے

رہتا ہے بہر حال وہ فردوس بداماں
جس کو بھی مقدر سے ملی لذتِ غم ہے

اللہ رے یہ ان کے تصور کی بہاریں
وہ سامنے موجود ہیں دل رشکِ ارم ہے

ہر چند کہ احمدؔ ہوں میں آلودۂ عصیاں
پھر بھی دل ناداں مرا مغرورِ کرم ہے

چھوڑ دے چون و چرا تجویز سے کیا کام ہے

غیر سے مطلب ہی کیا مقصود سے بس کام ہے
جو ہے عاشق اس کو کیا پروائے ننگ و نام ہے

مست ہے ہر حال میں جو عاشق بدنام ہے
اس کو کلفت میں بھی حاصل راحت و آرام ہے

چھوڑ دے چون و چرا تجویز سے کیا کام ہے
ہے وہی فائز جو ان کا بندۂ بے دام ہے

مرحبا صلِّ علیٰ، کیا ہی مبارک کام ہے
ہاتھ میں جامِ محبت لب پہ ان کا نام ہے

وہ ہے محروم ازل جو اب بھی تشنہ کام ہے
جس کا جی چاہے پیئے ساقی کا اذنِ عام ہے

اس کو دنیا اور ما فیہا سے کچھ مطلب نہیں
کوچۂ محبوب میں مدت سے جو گمنام ہے

حق کی مرضی میں کرے جو اپنی مرضی کو فنا
دونوں عالم میں اسے آرام ہی آرام ہے

جور میں بھی لطف کی لذت جسے ملتی نہ ہو
عشق میں پختہ نہیں ہرگز ابھی وہ خام ہے

سر جھکا دیں شوق سے حق کی اطاعت کے لئے
اور کیا شئی ہے اسی کا نام تو اسلام ہے

ان پہ قرباں، فضل سے اپنے عطا فرما دیا
نعمت ایمان تو اللہ کا انعام ہے

کام لے ہمت سے، چل اب کوئے جاناں کی طرف
تو نہ گھبرا، فاصلہ کچھ بھی نہیں، دو گام ہے

کٹ کے غیروں سے فقط اللہ کے ہو جایئے
دوستو! بس احمد عاصی کا یہ پیغام ہے

مشتے نمونہ از خروارے

آپ ہی ہیں مقصود ہمارے — دل کے اجالے آنکھ کے تارے

آپ پہ میری جان ہے قرباں — آپ ہیں مجھ کو جان سے پیارے

کس کو خبر ہے، کون بتائے — آنکھوں نے دیکھے جو نظارے

ان کا سہارا ہی ہے سہارا — اور غلط ہیں سارے سہارے

خوب سمجھ لیں اہلِ محبت — جیتے نہیں غیروں کے سہارے

پوچھئے ان سے زیست کی لذت — جو ہیں ان کی نظر کے مارے

جن کو انھوں نے اپنا بنایا — ان کے سروں پر چلتے ہیں آرے

قصۂ عشق سنایا لیکن — مشتے نمونہ از خروارے

اللہ اللہ ہر دم جاری — دل میں محبت کے فوارے

میں تو کہیں کا رہتا نہ لیکن — یاد وہ مجھ کو آگئے بارے

اب تو اٹھا آغوش کرم میں — تھک گئے ہم ہمت ہیں ہارے

ہوش و خرد پہ بجلی گری ہے — کس نے کئے نظروں سے اشارے

دعوئ عشق آسان نہیں ہے — ہاتھ میں لینا ہے انگارے

ہم ایسوں پر بھی یہ رحمت — شانِ کرم ان کی اللہ رے

اب تو یہی بس میری دعا رہے　　　مولیٰ میرے دل کو سنوارے
ہم کو سنانے عشق کی باتیں
آ گئے خود احمد بیچارے

محبت ہی میں پنہاں دین و دنیا کی سعادت ہے

ترا آنا مرے احساس میں جانِ مسرت ہے
مگر جانا ستم ہے، غم ہے، حسرت ہے، قیامت ہے

تری قربت میں پوشیدہ بہارِ کیفِ جنت ہے
تڑپنا ہجر میں تیرے محبت کی ضمانت ہے

محبت درحقیقت دوستو! فیضِ رسالت ہے
محبت ہی میں پنہاں دین و دنیا کی سعادت ہے

محبت جس کو حاصل اس کو حاصل استقامت ہے
کوئی بھی حال ہو ہر حال ہی میں اس کو راحت ہے

کرم سے اپنے بخشی تو نے توفیقِ انابت ہے
یہ وہ دولت ہے جو واللہ رشکِ صد کرامت ہے

مرا مقصود ان کی یاد ہے ان کی اطاعت ہے
نہ بدنامی کا خطرہ اب نہ پروائے ملامت ہے

بہت ممکن ہے دریائے کرم اب جوش میں آئے
مری آنکھوں سے جاری ہر گھڑی اشکِ ندامت ہے

"شب تاریک، بیم موج، گردابے چنیں ہائل"

مبارک ہو اسے جو سالک راہ طریقت ہے

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعتراف قصور ہے

نہ وہ ذوق ہے نہ وہ شوق ہے، نہ وہ کیف ہے، نہ سرور ہے
ہے ہر ایک چیز ہی بے مزا جو نظر سے اپنی تو دور ہے
کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعتراف قصور ہے
ہے مَلک کو جس کی نہیں خبر، وہ حضور میرا حضور ہے
ترا ذکر ہے، تری یاد ہے، ترا نام تیرا پیام ہے
ہے اگر نصیب تری رضا تو یہ ہجر جانِ حضور ہے
تری یاد دل کی مرے دوا، ترا نام روح کی ہے شفا
ترا بھولنا مری موت ہے، ترا ذکر حاصل طور ہے
ہیں برا ہزار سہی مگر، ہے کرم پہ تیرے مری نظر
تو کریم ہے تو رحیم ہے مجھے ناز اس پہ ضرور ہے
یہ کرم ہے خاص ترا کرم، نہ فدا ہوں کس لئے تجھ پہ ہم
تو نظر میں جب سے سما گیا، نظر آ تا نور ہی نور ہے

یہ شرف ہے میرا بڑا اہم ترے در پہ میرا جو سر ہے خم
رہوں دو ستو! نہ میں کیوں چہ غم جو کرم کا ہونا ظہور ہے
ترے عشق میں میں فنا رہوں تری یاد ہی میں لگا رہوں
تو کرم سے اپنے مجھے بچا! کہ یہ دور دورِ شرور ہے

جو ہے اہلِ عشق کی ابتدا جو ہے اہلِ عشق کی انتہا
میں بتاؤں احمدؔ بے نوا، مرا اعتراف قصور ہے

قرآن پاک اور مسلمان

غضب ہے ہم کو اب حاصل نہیں ہے لطفِ روحانی
بھلا دی آہ دل سے ہم نے تعلیماتِ قرآنی

وہ قرآں آخری پیغام ہے جو ربِّ عزت کا
مبارک ہو مبارک، قدر اس کی جس نے پہچانی

وہ قرآں بزمِ روحانی ہوئی آباد پھر جس سے
وہ جس نے دور کر دی آ کے دنیا کی پریشانی

وہ قرآں جو سراپا نور ہے رحمت ہے برکت ہے
پلاتا ہے جو اپنے عاشقوں کو جامِ عرفانی

وہ قرآں جو غذا بھی ہے دوا بھی ہے شفا بھی ہے
وہ قرآں جس سے طے ہوتے ہیں سب درجاتِ روحانی

وہ قرآں جس کی برکت کا بیاں ہو ہی نہیں سکتا
بناتا ہے جو اپنے ماننے والوں کو ربانی

وہ قرآں جس نے مُردوں کو حیاتِ جاوداں بخشی
جہاں میں عام جس نے کر دیا ہے آبِ حیوانی

وہ قرآں جس نے کفر و شرک کی جڑ کاٹ کر رکھ دی
مئے توحید کی جس سے ہوئی دنیا میں ارزانی

وہ جس سے کفر کی ظلمت ہوئی کافور دنیا سے
ہوئی روشن جہاں میں جس سے ہر سو شمعِ ایمانی

وہ جس کے حکمراں ہوتے ہی دنیا بن گئی جنت
نرالا ہے جہاں میں جس کا آئینِ جہانبانی

وہ جو ابرِ کرم بن کر جہاں میں چار سو برسا
وہ جس سے ہر طرف جاری ہوئے دریائے احسانی

وہ جس کا ایک نقطہ بھی نہ بدلے گا قیامت تک
وہ جس کی خود خدائے پاک کرتا ہے نگہبانی

اُخوت کا سبق جس نے پڑھایا ساری دنیا کو
غلاموں کو عطا جس نے کیا ہے تاجِ سلطانی

وہ قرآں آج بھی موجود ہے، لیکن مسلمانو!
نہیں باقی رہا کیوں آہ! تم سے ربطِ پنہانی

خزانہ گھر میں ہے موجود پھر بھی آہ! مفلس ہیں
بھٹکتے پھر رہے ہیں چار سو اے وائے نادانی
پڑھو قرآں سمجھ کر اور عمل دل سے کرو اس پر
فنا ہو حق کی مرضی میں، بنو محبوبِ سبحانی
عمل جو شوق سے کرتا ہے قرآنِ معظم پر
وہی ہوتا ہے بیشک موردِ الطافِ رحمانی
ہوئی ہے صبح صادق سے گریزاں رات کی ظلمت
جہاں خورشید کی کرنوں سے ہو جائے گا نورانی

مرا پیغام ہے سارے زمانے کے لئے احمد
مرا پیغام کیا ہے، بلکہ ہے پیغامِ ربّانی

پلاتے ہیں مئے توحید اب روح الأمیں مجھکو

سنادے تو سنادے وہ بیانِ دل نشیں مجھ کو
انھیں کے فضل سے آجائے پھر ان کا یقیں مجھ کو

وہ ہیں موجود ہیں، مشہود ہیں پھر بھی قیامت ہے
نہیں معلوم کیوں آتا نہیں آخر یقیں مجھ کو

سفر اتنا بڑا درپیش ہے، پھر بھی ارے توبہ!
یہ بے فکری سمجھتے ہیں نہیں جانا کہیں مجھ کو

جھکے در پر نہ غیروں کے کبھی تیرے سوا ہرگز
عطا کر دے مرے اللہ تو ایسی جبیں مجھ کو

نظر میری نظر ہو جائے اب تو تیری رحمت سے
سوا تیرے نظر آئے نہ کوئی بھی حسیں مجھ کو

نظر آئے دو عالم میں تو ہی مجھ کو نظر آئے
برابر ہو زمین و آسماں عرش بریں مجھ کو

زباں پر میرے الا اللہ الا اللہ جاری ہے
بس اتنا جانتا ہوں، اور کچھ آتا نہیں مجھ کو

بہت اڑتا ہوں تو علم الیقیں تک میں پہونچتا ہوں
نہیں حاصل ابھی عین الیقیں حق الیقیں مجھ کو

جلا کر خاک کردے غیر کی الفت مرے دل سے
پلادے میرے ساقی وہ شرابِ آتشیں مجھ کو

ملیں وہ نعمتیں مجھ کو تری ادنیٰ توجہ سے
تکلف بر طرف کہتا ہو خود صد آفریں مجھ کو

سرورِ غیر فانی، دارِ فانی میں ہوا حاصل
مقدر سے ملی ہے جب سے دُردِ تہ نشیں مجھ کو

میں خود ہی مست ہو کر رقص کرتا جھومتا ہر دم
ملا ہوتا مقدر سے اگر سازِ یقیں مجھ کو

مجھے کچھ اس طرح اپنا بنالے اے مرے مولا
فرشتے وجد میں آ کر کہیں جنت نشیں مجھ کو

بحمد اللہ میں مسرور ہوں، مخمور ہوں ہر دم
بظاہر دیکھتے ہیں آپ یوں اندوہگیں مجھ کو

میں اس قابل نہ تھا لیکن کرم ہے میرے مولا کا
پلاتے ہیں مئے توحید اب روح الامیں مجھ کو

جو پردے ریب کے ہیں میرے دل سے دور ہو جائیں
عطا کر دے مرے اللہ وہ نورِ یقیں مجھ کو

بجھا دیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے

اگر پابند ہم سب لوگ ہو جائیں شریعت کے
مزے لوٹا کریں دن رات دنیا ہی میں جنت کے

میں خود کہتا نہیں، قرآن کہتا ہے مسلمانو!
تمہیں وارث ہو دنیا کے تمہیں وارث ہو جنت کے

کتاب اللہ اور سنت پہ عامل اب تو ہو جاؤ
یہی ہیں بس یہی ہیں دوستو ساماں قربت کے

الٰہی جلد وہ دن تو دکھا ہم غم نصیبوں کو
نشاں باقی نہ رہ جائیں کہیں کفر و ضلالت کے

وہی اللہ والے ہیں محمدؐ کے ہیں شیدائی
فدائی ہیں دل و جاں سے جو آئین محبت کے

مزا کیا آئے گا ان کو بھلا لذات فانی میں
مزے جو لوٹتے رہتے ہیں قرآں کی تلاوت کے

لگا کر دل سنو حالات حضراتِ صحابہ کے
سخاوت کے، شجاعت کے، محبت کے، اطاعت کے

صداقت کے، دیانت کے، امانت کے، عبادت کے
چلو نقشِ قدم پر دوستو اخیارِ امت کے

"رضی اللہ عنہم اور رضوعنہ" سے ہے ثابت
بلاشبہ یہ سب سلطاں ہیں اقلیم محبت کے

صحابہ کے مدارج سب سے اعلیٰ اور برتر ہیں
یہ سب ادنیٰ کرشمے ہیں محمدؐ کی اطاعت کے

درِ فردوس ان کو دیکھ کر کیوں کر نہ کھل جائے
مبارک ہو فدائی ہیں یہ دربارِ رسالت کے

شریعت کے مخالف جو طریقت ہے وہ باطل ہے
طریقت اور حقیقت دونوں خادم ہیں شریعت کے

یہ گلزار محبت ہے خزاں اس میں نہ آئے گی
نمونہ لاکھ دکھلائے کوئی اپنی شقاوت کے

بحمد اللہ نہاں اشعار میں ہیں مقصد اعلیٰ
مسلمانو ہنو پروانے پھر شمع رسالت کے

تسلی ہم گنہگاروں کو حاصل ہو گئی احمدؔ
بجھا دیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے

نہیں کی جس نے اپنے نفس امارہ کی قربانی

پیا جس نے نہ میخانے میں جا کر جامِ عرفانی
وہ بن سکتا نہیں ہے دوستو! محبوبِ سبحانی
نہ روشن ہو گی جب تک تیرے دل میں شمعِ ایمانی
نہ آئیں گے نظر ہرگز تجھے اسرارِ پنہانی
نہیں کی جس نے اپنے نفس امارہ کی قربانی
وہ کیا سمجھے وہ کیا جانے ہے کیا شئے فضلِ یزدانی
نہ جب تک صدقِ دل سے ترک کر دیں حظِ نفسانی
کبھی بھی آپ کو حاصل نہ ہو گا لطفِ روحانی
نہ چھوڑو گے اگر اعمال بد افعالِ شیطانی
نہیں ہو گا کبھی ہرگز تمہارا قلب نورانی
نہیں جس نے کیا پامال اپنے نفسِ سرکش کو
نہیں آزاد، وہ آزاد ہو کر بھی ہے زندانی

نہ جب تک تزکیہ ہو نفس کا خطرہ ہی خطرہ ہے

رہیں گے عمر بھر گھیرے ہوئے افکار شیطانی

تواضع انکساری خاکساری سے جو ہیں خالی

تکبّر سے سمجھتے ہیں نہیں میرا کوئی ثانی

کہاں سے تو کہاں پہونچا ارے توبہ معاذ اللہ!

لباس زہد و تقویٰ سے غضب ہے تیری عریانی

خدا جانے اڑا کر یہ کہاں لے جائیں گی ہم کو

الٰہی رحم فرما دے ہوائیں ہیں یہ طوفانی

ملی جس کو نہ صحبت شیخ کامل کی سمجھ لیجے

وہ ہو سکتا نہیں ہے واقف اسرار ربانی

خدا سے گر تعلق ہوگیا پیدا تو سب کچھ ہے

نہیں تو کچھ نہ کام آئے گی تیری گل افشانی

جو ہے قربان دل سے سرور عالم کی سنت پر

مبارک اس کی ہوگی دوستو! جنت میں مہمانی

مبارک ہو مبارک ان کا جو بھی ہوگیا احمد

اُسے معلوم ہے کیا چیز ہے الطاف ربانی

یہی کہتے ہیں بُسطامی، غزالی اور جیلانی

مقدر سے ملی جس کو محبت کی فراوانی
اسی کے ہاتھ سے ہوتی ہے روشن شمع ایمانی

الٰہی دور فرما دے ہماری فتنہ سامانی
عطا ہو بندۂ عاصی کو بھی اب کیف روحانی

نہیں ہے شوق سے جو مرضیٔ محبوب میں فانی
وہ ربانی بھی کہلا کر نہیں ہوتا ہے ربانی

وہی خوش بخت ہے جس کو ملی ہے دین کی دولت
وہ مستغنی ہے لے کر کیا کرے گا تاج سلطانی

یہ بے فکری یہ من مانی ہماری دور ہو جائے
اگر پیشِ نظر ہو روزِ محشر کی پریشانی

عمل کی روح ہے اخلاص جب تک یہ نہ حاصل ہو
نہیں آئے گی ایمان و عمل میں تیرے تابانی

مٹا دو ہاں مٹا دو اپنی ہستی تم محبت میں
یہی کہتے ہیں بُسطامی غزالی اور جیلانی

یہی ہے آرزو دل کی یہی دل کی تمنا ہے
الٰہی دور ہو اب گلشن ایماں کی ویرانی

سنو تم گوشِ دل سے حضرت احمد یہ کہتے ہیں
محبت میں فنا ہو تب غذا ملتی ہے روحانی

"پس از سی سال ایں معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی"

کبھی ہے میہماں ساقی کبھی ہے میزباں ساقی

سناؤں داستانِ عشق میں کس کو یہاں ساقی
نظر آتا نہیں جب ہائے کوئی رازداں ساقی
گئی فصلِ بہاراں، آگیا دورِ خزاں ساقی
تلاشِ گل میں اب تو ہی بتا جائیں کہاں ساقی
ہماری غفلتوں نے آہ پہونچایا کہاں ساقی
زیاں بھی اب نظر آتا نہیں ہم کو زیاں ساقی
زمانہ ہو رہا ہے آج ہم سے بدگماں ساقی
نظر آتے ہیں برگشتہ زمین و آسماں ساقی
دلوں میں اب نہیں باقی رہا سوزِ نہاں ساقی
مئے توحید کے طالب نہیں پیر و جواں ساقی
میں ڈرتا ہوں، نہ مٹ جائے سلف کی داستاں ساقی
نظر آتا ہے اب کچھ اور ہی رنگِ جہاں ساقی
سہیں کب تک بتا تو ہی یہ جورِ باغباں ساقی
دلِ وحشی کا کب تک ہوگا آخر امتحاں ساقی

بدلتا ہی نہیں صد حیف کیوں رنگ جہاں ساقی
یہ آخر ہو گئی کیوں بے اثر آہ و فغاں ساقی

پلا دے ہاں پلا دے وہ شراب ارغواں ساقی
کہ ہر میخوار ہی آئے نظر آتش بہ جاں ساقی

مٹا سکتا نہیں کوئی مرا نام و نشاں ساقی
کرم سے آپ جب خود ہی ہیں میرے پاسباں ساقی

مقام عشق ہے سمجھے گا اس کو راز داں ساقی
میں وہ میخوار ہوں جس کا ہے اب سارا جہاں ساقی

سناتا میں بھلا کیا عشق کی یہ داستاں ساقی
پسِ پردہ کوئی رہتا ہے ہر دم نغمہ خواں ساقی

بنایا ہے کسی نے جب سے اپنا رازداں ساقی
رہا باقی نہ پھر کوئی حجاب درمیاں ساقی

کسی کی یاد میں جینا، کسی کی یاد میں مرنا
اسی میں ہے نہاں آرامِ دل آرامِ جاں ساقی

کوئی اس لطف کو احمدؔ سے پوچھے کوئی کیا جانے
کبھی ہے میہماں ساقی کبھی ہے میزباں ساقی

نہ کیوں قربان کر دیں رند تجھ پر اپنی جاں ساقی

محبت کی نظر مل جاتی ہے جس کو یہاں ساقی
اسی کے واسطے ہیں یہ زمین و آسماں ساقی
ملا جس کو بھی خوش بختی سے ہے قلب تپاں ساقی
رہے کیوں کر نہ پھر ہر حال میں وہ شادماں ساقی
کرامت آپ کی دیکھی عیاں ساقی نہاں ساقی
اِدھر ساقی، اُدھر ساقی یہاں ساقی وہاں ساقی
محبت سے ہیں خالی آہ! اب پیر و جواں ساقی
وگرنہ یوں نہ ہوتا آج یہ رنگ جہاں ساقی
نہیں ہے دل کسی کا عشق سے آتش فشاں ساقی
تو پھر اپنا بنائیں کیوں مکین لامکاں ساقی؟
رہا جو یاد میں ان کی سدا رطب اللساں ساقی
تو کیوں آخر نہ پائے وہ حیاتِ جاوداں ساقی؟

نہ کیوں قربان کردیں رند تجھ پر اپنی جاں ساقی؟
بنایا تو نے جب قطرہ کو بحرِ بیکراں ساقی
ملا کب جام جب قربان کر دی اپنی جاں ساقی
یہ سودا پھر بھی ارزاں ہے، نہیں ہرگز گراں ساقی
جو اہل دل ہیں ان پر یہ حقیقت ہے عیاں ساقی
مرے اشعار میں پنہاں ہیں اسرار نہاں ساقی
مجھے اپنا بنائیں گے، مجھے جلوہ دکھائیں گے
کبھی تو رنگ لائیں گی مری بے تابیاں ساقی
"خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید"
زباں رکھتے ہوئے بھی رہتے ہیں ہم بے زباں ساقی

کبھی تو وہ نگاہ لطف فرمائیں گے احمد پر
نہ جائے گی مری فریاد ہرگز رائیگاں ساقی

تخیل مرا شاعرانہ نہیں ہے

مدد غیر سے جس میں مانگی گئی ہو — وہ مسلم کا ہرگز ترانہ نہیں ہے

ہے اللہ موجود، تو پھر ہے غم کیسا — موافق جو تیرے زمانہ نہیں ہے

کہاں آپ ہیں؟ ہوش میں آئیں حضرت — یہ رنگ آپ کا عاشقانہ نہیں ہے

لرزتے ہیں، باطل سے، اللہ اکبر — طریقہ یہ کیا بزدلانہ نہیں ہے

مصائب سے بیدار کرنا ہے تجھ کو — سمجھ تو یہ کیا تازیانہ نہیں ہے

سبب کیا ہے ناداں ذرا سوچ اس کو — ترا اب کہیں کیوں ٹھکانہ نہیں ہے

کہاں بھاگ کر آپ جائیں گے حضرت — یہ تدبیر تو عاقلانہ نہیں ہے

نظر غیر کے در کو کیوں ڈھونڈھتی ہے — عمل کیا ترا مشرکانہ نہیں ہے

تو ناشاد ہے تو تعجب ہی کیا ہے — تری زندگی زاہدانہ نہیں ہے

مصائب، شدائد کا شکوہ عبث ہے — روش کیا تیری باغیانہ نہیں ہے

کہاں ان کا در چھوڑ کر جاؤ گے تم — کوئی دوسرا آستانہ نہیں ہے

تو راز محبت سے واقف نہ ہوگا — تعلق اگر والہانہ نہیں ہے

محبت کے قیدی مبارک ہو تجھ کو — قفس میں یہاں آب و دانہ نہیں ہے

حقیقت ہے اشعار میں میرے پنہاں — تخیل مرا شاعرانہ نہیں ہے

اس پر ہے مجھے ناز کہ میں خاک نشیں ہوں

کہتے ہیں لئیق آپ کہ میں عرشِ بریں ہوں
اس پر ہے مجھے ناز کہ میں خاک نشیں ہوں

ہرگز نہ کہوں گا کہ میں فردوسِ بریں ہوں
اِک بندۂ ناچیز ہوں اور گردِ زمیں ہوں

کیا بات ہے، کیوں دین کا پابند نہیں ہوں
کیا واقعی اللہ پہ رکھتا میں یقیں ہوں؟

اسلاف سے نسبت نہیں کچھ بھی مجھے واللہ
وہ اور کہیں رہتے تھے، میں اور کہیں ہوں

کیا دین کے اسرار میں سمجھوں گا غلط ہے
رکھتا جو نہیں علم یقیں حق یقیں ہوں

کیا جانوں میں کیا چیز ہے ایمان کی لذت
جب خنجرِ تسلیم سے گھائل میں نہیں ہوں

کیوں أَنتُمُ الأَعْلَوْنَ کے وعدے سے ہوں محروم
افسوس کہ ایمان میں کامل میں نہیں ہوں

اغیار سے کیوں روشنی کرتے ہیں طلب ہم
قرآن یہ کہتا ہے کہ میں نورِ مبیں ہوں

مولیٰ تری رحمت سے میں جنت کا ہوں طالب
سچ تو یہ ہے دوزخ کے بھی قابل میں نہیں ہوں

یہ دل کی ہے آواز جو آتی ہے زباں پر
توبہ کریں کیا کہتے ہیں، شاعر میں نہیں ہوں

احمد تو کہاں ہے یہ ذرا مجھ کو بتا دے
مدت سے پتہ تیرا جو پاتا میں نہیں ہوں

بندہ ہوں میں اللہ کا محتاج ہوں احمد
کس مُنہ سے کروں ناز کہ میں بارِ زمیں ہوں

یہ بھی مرنے میں ہے کوئی مرنا

زندگی کی بہار ہے مرنا — اپنی مرضی کو ہے فنا کرنا
ابتاع ہوا سے دور رہیں — اتباع رسولؐ پر مرنا
یہی ایمان ہے یہی عرفاں — جان و دل ان پہ سب فدا کرنا
زندگی کیا ہے کیا خبر ہم کو — ہم نے سیکھا نہیں مگر مرنا
جو بھی پیش آئے ان کی جانب سے — شکر بندے کو چاہیئے کرنا
ان کی مرضی پہ بس رہو راضی — نہ کبھی بھول کر گلا کرنا
یوں تو مرتے ہیں مر ہی جائیں گے — یہ بھی مرنے میں ہے کوئی مرنا
اصل مرنا ہے راہ میں ان کی — اس کو کہتے ہیں دوستو! مرنا
ایسے مرنے پہ زندگی قرباں — یہ تو جینا ہے یہ نہیں مرنا
اس سے بڑھ کر نہیں کوئی دولت — اللہ اللہ ہر گھڑی کرنا
زندگی نام ہے اطاعت کا — اور غفلت کا نام ہے مرنا
لطف جینے کا ہے محبت میں — اور مرنا بھی لطف کا مرنا
زندگی ہم جسے سمجھتے ہیں — زندگی یہ نہیں ہے ہے مرنا
مر کے ہوتی ہے زندگی حاصل — ایسے مرنے کی تم دعا کرنا

ہاتھ میں لے کے محبت کا میں جام آیا ہوں

اہل ایماں کے لئے لے کے پیام آیا ہوں
ہاتھ میں لے کے محبت کا میں جام آیا ہوں

یہ پیام اپنا نہیں بلکہ خدا کا ہے پیام
سب سے پیارا جو ہے کرنے میں وہ کام آیا ہوں

یوں تو میں بندۂ مسکین ہوں عاجز ہوں مگر
بن کے میں سرور عالم کا غلام آیا ہوں

سو چکے آپ بہت اب تو ہوں بیدار جناب
آپ سے آپ کا بتلانے مقام آیا ہوں

دینے آیا ہوں میں توحید کی دعوت سب کو
اور مٹانے کے لئے شرک کا نام آیا ہوں

مال و دولت کی تمنا نہ صلہ کی پروا
لب پہ لیتا ہوا اللہ کا نام آیا ہوں

بات اپنی نہ کہوں گا نہ کسی غیر کی میں
میں سنانے کے لئے حق کا پیام آیا ہوں

مقتدی آپ ہوئے غیر کے انا للہ
یہ نہ سوچا کبھی بن کر میں امام آیا ہوں

دوستو شوق سے توحید کا اب جام پیو
یہی دیتا ہوا احمدؔ میں پیام آیا ہوں

مجھے کچھ بھی نہیں آتا تمہیں آخر سناؤں کیا

بو مخمورِ محبت ہی نہیں تو گنگناؤں کیا
سرورِ عشق ہی حاصل نہیں تو مسکراؤں کیا
جو جامِ عشق سے محروم ہوں مستی میں آؤں کیا
نہیں جب چوٹ ہی کھائی تو زخمِ دل دکھاؤں کیا
رموزِ عشق سے ہوں بے خبر باتیں بناؤں کیا
مجھے کچھ بھی نہیں آتا تمہیں آخر سناؤں کیا
جنوں کے فیض سے واقف نہیں مجنوں بناؤں کیا
کسی کو پھر ہنساؤں کیا کسی کو پھر رلاؤں کیا

ہوس سے کام چل سکتا نہیں راہ محبت میں
طلب ہی جب نہیں احمد تو پھر مقصود پاؤں کیا

کھول دی میں نے بھی احمدؔ اب دکانِ زندگی

کیا سناؤں آپ کو میں داستانِ زندگی
سارے عالم سے نرالا ہے جہانِ زندگی

کہہ رہے ہیں دوستو! یہ رازدانِ زندگی
زندگی کیا زندگی ہے امتحانِ زندگی

ملتی ہے اہل محبت کو زبانِ زندگی
اور کوئی کر نہیں سکتا بیانِ زندگی

ہو گیا حاصل جسے سوز نہانِ زندگی
زندگی اس کی حقیقت میں ہے جانِ زندگی

ہو گئے پیدا جہاں میں طالبانِ زندگی
تم نے جب دنیا میں دی آکر اذانِ زندگی

تیری برکت سے نظر آیا جہانِ زندگی
تجھ پہ میں قربان میر کاروانِ زندگی

پوچھئے بس ان سے جو ہیں بس عارفانِ زندگی
کیا ہے شانِ زندگی کیا چیز آنِ زندگی

مل گیا جس کو یہاں سوزِ نہانِ زندگی
بن گیا فردوس میں اُس کا مکانِ زندگی

کیوں نہ دل غمگین ہو رنجور ہو مغموم ہو
ڈھونڈھنے سے جب نہیں ملتا نشانِ زندگی

اے تعالیٰ اللہ دیکھیں آج بھی موجود ہیں
تیری برکت سے جہاں میں طالبانِ زندگی

ان کی مرضی پر ہیں قرباں ان کی مرضی پر نثار
زندگی کہتے ہیں اس کو یہ ہے شانِ زندگی

آتش عشق الٰہی سے بھڑک اٹھیں قلوب
آج گر ہو جائیں پیدا شاعرانِ زندگی

سننے والوں کو ہو مژدہ شوق سے آکر سنیں
آج ہم احمدؔ سنائیں گے بیانِ زندگی

میں تو اس قابل نہ تھا لیکن جنوں کے فیض سے
کھول دی میں نے بھی احمدؔ اب دکانِ زندگی

گناہوں کا اپنے اثر دیکھ لیجے

محبت سے خالی بشر دیکھ لیجے
زمانہ سراپا ہے شر دیکھ لیجے

نہ دوزخ سے خائف نہ جنت کے شائق
عیاں ہے ضرر ہی ضرر دیکھ لیجے

محبت سے خالی اطاعت سے عاری
یہ ہے حال بالمختصر دیکھ لیجے

محبت، مروت، اطاعت، ہے غائب
پدر دیکھ لیجے پسر دیکھ لیجے

قیامت کے آنے میں اب دیر کیا ہے
ستمگر ہے اب چارہ گر دیکھ لیجے

نظر ہی نہیں آتی راہِ ہدایت
زمانہ ہے اب بے نظر دیکھ لیجے

نہ پرکیف دن ہے نہ پرکیف راتیں
گناہوں کا اپنے اثر دیکھ لیجے

نہیں جن کے پرواز کی انتہا تھی
وہی اب ہیں بے بال و پر دیکھ لیجے

دعوتِ قرب لازوال ہے آج

ہجر رخصت ہوا وصال ہے آج
قرب سے کوئی مالامال ہے آج
لذت ہجر کو ملال ہے آج
دعوتِ قرب لازوال ہے آج
شاید احمد بھی باکمال ہے آج
وجد میں اس کا بال بال ہے آج
عشق کی اللہ اللہ ارزانی
دیکھئے جس کو وہ بلال ہے آج
ہاتھ آئے نہ گوہرِ مقصود
غیر ممکن ہے، لامحال ہے آج

میں جور میں بھی لطف نہاں دیکھ رہا ہوں

میں جور میں بھی لطف نہاں دیکھ رہا ہوں
خوش ہو کے ترے تیر و سناں دیکھ رہا ہوں
اللہ یہ کیا رنگ جہاں دیکھ رہا ہوں
ایمان میں بھی شرک نہاں دیکھ رہا ہوں
ایمان کے گلشن میں خزاں دیکھ رہا ہوں
آثار قیامت کے عیاں دیکھ رہا ہوں
محبوب کا دامن مرے ہاتھوں میں نہیں ہے
دھوکہ ہے اگر خواب جناں دیکھ رہا ہوں
اوروں کا تو کیا ذکر کروں ہائے غضب ہے
جب شیخ میں بھی عشق بتاں دیکھ رہا ہوں
افسوس مکیں سے نہیں کچھ میرا تعلق
پھر ناز ہے اس پر کہ مکاں دیکھ رہا ہوں

میں ان کا نہ ہوتا تو یہ ملتا مجھے انعام

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو پا جاتے ہیں انعام

دشمن تو ہے دشمن ہی بھلا اس کا گلہ کیا
غم یہ ہے کہ احباب بھی دینے لگے دشنام

رہزن کو بھی رہبر میں سمجھتا ہوں غضب ہے
اس سادگی کا دیکھئے کیا ہوتا ہے انجام

وہ بندہ جو ہر حال میں راضی بہ رضا ہے
ہے دونوں جہاں میں اسے آرام ہی آرام

میں خوش ہوں اب سارا زمانہ ہے مخالف
میں ان کا نہ ہوتا تو یہ ملتا مجھے انعام

اللہ رے یہ عشق و محبت کی کرامت
احمدؔ ہو مبارک، میں غزلخواں ہوں تہہِ دام

یہ راز تم پر عیاں نہیں کیا؟ وہ خاک میں کیوں ملا رہے ہیں

خدا سے ہو کر جناب غافل، جہاں میں کیوں دل لگا رہے ہیں
سراب ہے یہ، نہیں ہے پانی، فریب کیوں آپ کھا رہے ہیں
غضب ہے، واللہ، یہ قیامت ستم یہ کیا آپ ڈھا رہے ہیں
خدا کا ڈر کیا نہیں ہے باقی، جو شمعِ ایماں بجھا رہے ہیں
چلو خوشی سے خدا کے بندو! وہ اپنے در پر بلا رہے ہیں
میں ان پہ صدقے، میں ان پہ قرباں، مئے محبت پلا رہے ہیں
بچھے تھے کانٹے جو راہ میں، وہ کرم سے اپنے ہٹا رہے ہیں
پہونچ ہی جائیں گے ان کے در پر کہ اب وہ خود ہی بلا رہے ہیں
مئے محبت کے جو ہیں طالب، مزے محبت کے پا رہے ہیں
کبھی محبت سے آ رہے ہیں، کبھی محبت سے جا رہے ہیں
میں رقص کرتا ہوں مست ہو کر، مجھے وہ اپنا بنا رہے ہیں
جلے گی ان کے سوا ہر اک شئے، وہ آگ دل میں لگا رہے ہیں
کھلا ہے میخانہ، روز و شب وہ مئے محبت پلا رہے ہیں
دعائیں دیں کیوں نہ جان و دل سے جو جام پر جام پا رہے ہیں

جو شان اپنی بڑھا رہے ہیں، وہ شان اپنی گھٹا رہے ہیں
جو شان اپنی گھٹا رہے ہیں، وہ شان اپنی بڑھا رہے ہیں

خودی تمہاری مٹا رہے ہیں، تمہیں وہ اپنا بنا رہے ہیں
یہ راز تم پر عیاں نہیں کیا؟ وہ خاک میں کیوں ملا رہے ہیں

یہ ظلم ہرگز نہیں ہے حضرت! یہ ہے محبت یہ ہے محبت
وہ سونے والوں کو اس ادا سے جگا رہے ہیں جگا رہے ہیں

کہاں سے مقصود ہا تھ آئے، جو راہِ حق سے بھٹک گئے ہم
کہاں تھا افسوس ہم کو جانا، کہاں ہم افسوس جا رہے ہیں

خطا نہیں غیر کی یہ ہرگز، خطا ہے اپنی، قصور اپنا
خود اپنے ہاتھوں سے اپنی عزت، جو خاک میں ہم ملا رہے ہیں

خدا کے تم ہو، خدا تمہارا، خدا کو راضی کرو خدا را
خدا سے جن کو ہے کچھ محبت، یہی صدا وہ لگا رہے ہیں

ہمیشہ اللہ شاد رکھے، ہمیشہ آباد ان کو رکھے
سبق محبت کا آنے والوں کو روز و شب جو پڑھا رہے ہیں

جزائے اللہ ان کو بہتر، وہی تو ہیں عاشق پیمبر ﷺ
کلام ان کا، پیام ان کا، جہاں میں سب کو سنا رہے ہیں

اطاعت ان کی جو کر رہے ہیں، جو نام پر مر رہے ہیں ان کے
جزا وہاں بھی ملے گی ان کو، جزا یہاں بھی وہ پا رہے ہیں

نصیب اپنا ہے جاگ اٹھا، جو دورِ غفلت ہوئی ہماری
نہ سجدۂ شکر کیوں کریں ہم کہ آج وہ یاد آ رہے ہیں

ضرور ان کی نظر ہے مجھ پر، یہ عین لطف و کرم ہے ان کا
نثار ہو میری جان ان پر، جو وہ تصور میں آ رہے ہیں

انھیں کے جلوے ہیں چار جانب انھیں کا پرتو ہے سارا عالم
جہاں بھی دیکھیں، جدھر بھی دیکھیں، نظر وہی ہم کو آ رہے ہیں

نظر جو ہوتی، نظر وہ آتے نظر نہیں، کیوں نظر وہ آئیں
نظر ملی جن کو، ان کی قسمت، نظر انھیں کو وہ آ رہے ہیں

نفس نفس پر ہے وجد طاری، زباں پہ ہے ان کا نام جاری
نہ پوچھئے ہائے دل کا عالم، گلی میں ہم ان کی جا رہے ہیں

نثار کونین کی ہو دولت، ملی ہمیں بادۂ محبت
نہ پوچھئے ہم سے اس کی لذت، بہارِ جنت لٹا رہے ہیں

فدا کریں کیوں نہ جان احمدؔ، خدا کے محبوب ہیں محمدؐ
فنا ہیں مرضی میں جو بھی ان کی، حلاوتِ ایماں کی پا رہے ہیں

مسرور آسماں ہے مخمور ہے زمین

تشریف لانیوالے ہیں قسمت سے عارفین
مسرور آسمان ہے مخمور ہے زمیں

تقسیم ہونے والی ہے پھر دولت یقیں
مستِ مئے سرور نہ کیوں ہو دل حزیں

ساقی پلانے والا ہے پھر درد تہہ نشیں
پھر رقص کرنے والے ہیں مستی سے صالحیں

پھر یاد ان کی ہوگی مقدر سے دل نشیں
پھر آستان پاک پہ جھکنے لگی جبیں

یوں کہنے والے کہتے رہیں گے نہیں نہیں
لیکن بنائی جائے گی دنیائے دل حسیں

وقت سعید آ ہی گیا، دیکھ ہم نشیں
ذکر رسول پاک سے جھومیں گے سامعیں

ہر خاص و عام لوٹیں گے پھر فیض مرسلیں
آئے گی آسماں کو نظر رفعت زمیں

آئیں گے پھر کتاب محبت کے شارحیں
پروانہ وار ان پہ فدا ہوں گے شائقیں

کہنے لگیں گے جوش مسرت سے طالبیں
دل دل بنا بفیضِ محبت جبیں جبیں

لائیں گے پھر سرورِ محبت مفسریں
پھر عام ہوگی لذت ایاک نستعیں

اس کو مل ہی نہیں سکتا کبھی توحید کا جام

اُس کو مل ہی نہیں سکتا کبھی توحید کا جام / جس کی نظروں سے ہے پوشیدہ رسالت کا مقام

یوں تو اس قادر و قیوم کی رحمت ہے عام / پر مقدر سے ملا کرتا ہے توحید کا جام

پالے تو خیر امم ہو کے بھی ہے کالانعام / نہیں پختہ ترا ایمان، ابھی تک ہے خام

تجھ کو حاصل نہیں کیوں چین، سکون و آرام / کچھ خبر ہے، تری گمراہی کا ہے یہ انجام

اپنے آقا کی اطاعت سے جو غافل ہو غلام / کیوں ملے آپ ہی فرمایئے، اس کو انعام

ذلت و خواری و رسوائی سے تجھ کو کیا کام / سچ بتا، کیا تو نہیں ہائے محمد کا غلام

ہائے کیا بات ہے؟ سوچا ہے کبھی اس کو بھی / تجھ سے زیادہ نہیں دنیا میں ہے کوئی بدنام

حق سے افسوس نہیں تجھ کو محبت کچھ بھی / جھک کے اب شوق سے کرتا ہے تو باطل کو سلام

خاک میں تجھ کو ملایا ہے تیری غفلت نے / ہوش میں اب بھی نہ آیا، تو ہے حیرت کا مقام

آہ کیا تجھ کو نہیں یاد رہا اپنا مقام / مقتدی تو نہیں ہرگز، تو ہے دنیا کا امام

مردِ مومن نہیں ہوتا ہے زمانہ کا غلام / وہ نڈر ہو کے سناتا ہے خدا کا پیغام

تو ہے مومن، تری کیوں غیر پہ جاتی ہے نظر / شرم کی بات ہے، واللہ ہے غیرت کا مقام

نافع و ضار، جز اللہ نہیں ہے کوئی / تو مُوَحِّد ہے، تو پھر شرک سے تجھ کو کیا کام

نہیں اللہ پہ ہے تیری نظر صد افسوس / تجھ کو گھیرے ہوئے رہتے ہیں اسی سے اوہام

مئے توحید سے تُو مست ہو سرشار یوں / شرک کی بو نہ رہے اور نہ باقی اوہام

تو اگر آج بھی ہو جائے محمدؐ کا غلام

تو اگر آج بھی ہو جائے محمد کا غلام
سمجھیں رحمت تجھے پھر دنیا کی ساری اقوام

یوں تو سب کہنے ہیں بنتے ہیں نبی کے خدام
جو ہیں پابند شریعت ہیں وہی اصل غلام

تیرے ایمان میں خامی نہ کہیں رہ جاتی
کاش پی لیتا اگر تو بھی محبت کا جام

مست ہو کر تو سنا کرتا ہے غیروں کا کلام
پر نہیں تجھ کو حدیث نبوی سے کچھ کام

غوث وابدال وقطب اور امام و اوتاد
سب کے سب ہیں یہ بلاشبہ محمد کے غلام

ہے محمدؐ کی اطاعت بھی اطاعت رب کی
آپ فرمائیں تو امت میں ہے کس کا مقام

شرک وبدعت میں تو ڈوبا ہے خدا کے بندے
تو ہی انصاف سے کہدے کہ یہی ہے اسلام؟

غیر کے فعل کو حجت تو بناتا کیوں ہے
وحی کے سامنے کیا چیز ہے کشف والہام

شرک وبدعت میں تجھے ہائے مزہ ملتا ہے
شرم کی بات ہے سنت سے نہیں تجھ کو کام

فیصلے سے جو محمدؐ کے نہیں تو راضی
پھر تو مومن نہیں کیوں لیتا ہے اسلام کا نام

ان کے دربار میں جبریل امینؑ آتے تھے
لاتے تھے عرش معظم سے خدا کا پیغام

اک طرف فخر رسل، ایک طرف ان کا غلام
بوالہوس تو ہی بتا کس کا سنے گا تو پیام

خود ہی فرماتے ہیں سرکارِ دو عالم سن لے　　کچھ نظر آئے تجھے تا کہ محمدؐ کا مقام

ہوتے موسیٰؑ بھی جو زندہ تو نہ چارہ تھا کوئی　　بجز اس کے کہ کریں پیرویِ خیر انام

مرحبا صلِ علیٰ صلِ علیٰ صلِ علیٰ　　اللہ اللہ یہ رتبہ ہے یہ ہے ان کا مقام

سب سے بڑھ کر نہ ہو جب تک کہ محبت ان کی　　ہوگا ایمان نہ کامل نہیں ہے اس میں کلام

صدق دل سے میں پڑھوں کیوں نہ درود اور سلام　　آ گیا لب پہ مرے سرورِ عالم کا نام

اب تو بن ساقی کونین کا تو سچا غلام　　اٹھ کے دنیا کو پلا شوق سے توحید کا جام

بے خبر ہوش سے لے کام، نہ ہو تو غافل　　دیکھ صیاد نے ہر سمت بچھائے ہیں دام

خوابِ غفلت میں ہے بیہوش ذرا ہوش میں آ　　سیکڑوں طرح کے افسوس ہیں تجھ میں اسقام

تو شریعت کا نہیں آہ رہا جب پابند　　دین و دنیا میں بھلا پھر ہو ترا کیوں اکرام

بالیقیں تجھ پہ ہو اللہ کی رحمت نازل　　اپنے اللہ کو گر یاد کرے صبح و شام

پیروی سید کونین کی لازم ہے تجھے　　اپنے اعمال سے اسلام کو مت کر بدنام

آہ تو لذت ایمان سے بیگانہ ہے　　مغز جس میں نہ ہو کس کام کا ہے وہ بادام

تو نہیں واقفِ اسرارِ محبت سے ہرگز　　مست ہیں مست وہی لوگ جو ہیں بادہ بجام

تیری محرومی کی ظالم نہ کوئی حد نہ حساب　　مئے توحید کو بھی آہ سمجھتا ہے حرام

کیا کہوں تجھ سے کہ تو عقل و خرد کا ہے غلام — دور ہے تجھ سے ابھی اہل محبت کا مقام
اتباع نبوی سے نہیں تجھ کو کچھ کام — پھر بھی کہتا ہے کہ ہوں فخرِ دو عالم کا غلام
راہبر خود ہی ہیں گمراہ الٰہی توبہ — پھر نہ کیوں عام مسلمانوں کا ہو یہ انجام
بندے اللہ کے اللہ سے جب باغی ہیں — کیا تعجب ہے جو دنیا میں بپا ہے کہرام

گر سمجھ میں تری آیا ہو رسالت کا مقام — کٹ کے ہر در سے تو بن فخرِ دو عالم کا غلام
میری سنت سے محبت ہے محبت میری — یہی فرما گئے ہیں سارے رسولوں کے امام
جو ہیں سرکار مدینہ کی محبت میں فدا — ساتھ سرکار کے جنت میں کریں گے وہ قیام
جان کی ان کی قسم کھاتا ہے قرآں میں خدا — اللہ اللہ یہ محبوب خدا کا ہے مقام

اپنے اللہ سے واللہ ابھی لیں انعام — کہہ کے لبیک مسلمان جو باندھیں احرام
لاؤ ایمان نہ لاؤ، یہ تمہاری ہے خوشی — تم پہ اللہ کی حجّت ہوئی جاتی ہے تمام
اپنے اللہ پہ قربان ہو وہ کیوں کر — شکر ہے شکر کہ احمد ہے محمدؐ کا غلام

اشعار ہی میں عشق کا دریا بہایئے

احمد مزے میں آپ ذرا گنگنایئے
اشعار ہی میں عشق کا دریا بہایئے

اب دل میں اپنے شمعِ محبت جلایئے
تاروں کی طرح رات کو پھر جگمگایئے

دل پر خدا کے نام کی ضربیں لگایئے
اور اپنے دل سے نقش دوئی کا مٹایئے

اللہ سے کچھ ایسا تعلق بڑھایئے
سنتے ہی نام پاک کو بس جھوم جایئے

ان کے سوا کسی سے نہ اب دل لگایئے
للہ آپ بات مری مان جایئے

اس درجہ آپ مشق تصور بڑھایئے
موجود اُن کو پاس ہی ہر وقت پایئے

آنکھوں کی راہ پہلے انھیں دل میں لایئے
مقصود دیکھنا ہو تو گردن جھکایئے

ہر ماسوا کو آگ خوشی سے لگایئے
کانٹے بچھے ہیں راہ میں ان کو ہٹایئے

کچھ کام کرکے پہلے تو ان کو دکھایئے
بیکار شور آپ نہ اتنا مچایئے

تیروں پہ تیر سینے پہ کھاتے ہی جایئے
اُف بھی زبان پر مگر اپنے نہ لایئے

دل کو خدا کے واسطے پھر دل بنایئے
یعنی خدا کی یاد سے اس کو بسایئے

سنتے ہیں؟ ان کی مرضی پہ سب کچھ لٹایئے
اسلام لا چکے ہیں اب ایمان لایئے

رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھایئے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھایئے

خلق نبی کا اب تو نمونہ دکھایئے
اغیار کو بھی اپنے گلے سے لگایئے

دنیا کو یہ کمال اب اپنا دکھایئے ۔۔۔ جو مر چکے ہیں ان کو دوبارہ جِلایئے

غفلت کی نیند میں نہ کسی کو سلایئے ۔۔۔ جو محوِ خوابِ ناز ہیں ان کو جگایئے

یہ کیا کمال، زندوں کو مردے بنایئے ۔۔۔ بیشک کمال یہ ہے کہ مردے جِلایئے

دنیا کو پھر کتابِ محبت پڑھایئے ۔۔۔ پروانہ بن کے شمع پہ خود کو جَلایئے

پڑھ کر حدیث پاک جہاں کو سنایئے ۔۔۔ یعنی رسولِ پاک کی محفل سجایئے

جامِ طہور پیجئے سب کو پلایئے ۔۔۔ پیارے نبی کے دین پہ سب کو چلایئے

دوزخ بنی ہوئی ہے جو دنیا یہ آج کل ۔۔۔ آپ اس کو اپنے فیض سے جنت بنایئے

دنیا تڑپ رہی ہے جو آلام و درد سے ۔۔۔ جامِ شفا ضرور اسے اب پلایئے

گمراہ ہو رہے ہیں جو تاریک رات میں ۔۔۔ مشعل جلا کے راہِ ہدایت دکھلایئے

خیر الامم ہیں آپ ہی، فرمایئے جناب ۔۔۔ تبلیغ آپ کرتے نہیں، کیوں بتایئے

اعمال بد سے اب نہ جہاں کو ہنسایئے ۔۔۔ اسلام پر خدارا نہ دھبہ لگایئے

نفس آپ کا مرا ہے! خدارا بتایئے ۔۔۔ اک بات کوئی کہہ دے تو کیوں تلملایئے

شیطان اور نفس کے قصے کریں تمام ۔۔۔ یہ روز روز کے ہیں جو جھگڑے مٹایئے

ہرگز نہ ٹھیک ہوگا، بہت ہی شریر ہے ۔۔۔ جب تک نہ آپ نفس پہ کوڑے لگایئے

معراج ہے یہ عشق کی واللہ دوستو! ۔۔۔ لے کر خدا کا نام سر اپنا کٹایئے

دیکھیں! ذرا سمجھ کے چلیں راہِ عشق میں — ایسا نہ ہو کہ آپ کہیں چوک جایئے

ہشیار باش، راہ میں ڈاکو ہیں چور ہیں — چلئے سنبھل کے آپ کہیں لٹ نہ جایئے

دونوں جہاں کی خیر اسی میں جناب ہے — روٹھے ہوئے ہیں، چل کے انھیں اب منایئے

ان کے سوا کسی پہ نہ قربان آپ ہوں — ان کی مثال ہو تو کہیں جا کے لایئے

شاید بنا لیں آپ کو اپنا وہ ایک دن — قسمت کو اپنی آ کے یہاں آزمایئے

یہ سوچ، فکر، جو بھی ہے خامی طلب کی ہے — بگڑی بنے گی، آپ قدم تو اٹھایئے

ہوش و خرد کا کام نہیں راہِ عشق میں — ان کی طلب میں اپنے کو مجنوں بنایئے

یوں ڈھونڈھتے رہیں گے، نہ پائیں گے آپ انھیں — وہ کب ملیں گے، اپنی خودی جب مٹایئے

دولت کسی کو مفت میں ملتی نہیں ہے یہ — سب کچھ نثار کیجئے، تب آپ پایئے

ان کے سوا نہ یاد رہے کوئی آپ کو — جو بھی ہیں غیر، دل سے انھیں اب بھلایئے

ہمت کریں جو آپ تو مشکل نہیں جناب — رحمت خدا کی ہو تو انھیں پل میں پایئے

جب تک نہ آپ سنت نبوی پہ مر مٹیں — ممکن نہیں کبھی بھی جو مقصود پایئے

ظلمت نہ دور ہوگی گناہوں کی دوستو! — جب تک نہ آپ اشکِ ندامت بہایئے

برباد ہوگا کوئی، محبت میں کب بھلا — خطرہ بھی آپ دل میں یہ ہرگز نہ لایئے

اسلام کو جہان میں رسوا نہ کیجئے — مت شرک کے قریب کبھی آپ جایئے

مشغول ہو کے کلمۂ طیب کے ذکر میں — دل میں لگا جو زنگ ہے اس کو چھڑایئے

مشغول اسمِ ذات میں ہوں آپ اس طرح
اس کے سوا ہر ایک کو بس بھول جایئے

پہلے تو آپ کر دیں نفی جملہ غیر کی
حتیٰ کہ اپنی ذات کو بھی بھول جایئے

سچی طلب سے پہلے انھیں ڈھونڈھئے تو آپ
ممکن نہیں جو آپ انھیں پھر نہ پایئے

ہشیار، پھونک پھونک کے رکھیں قدم یہاں
تر ہو نہ جائے، دیکھئے دامن بچایئے

ہے بحرِ عشق، اس کا کنارہ نہیں کوئی
اس میں خوشی سے آپ بھی بس ڈوب جایئے

دل چاہتا ہے اپنا، کہیں اب نہ جایئے
یہ داستانِ عشق ہے، کس کو سنایئے

دربارِ عام گرم ہے، تشریف لایئے
لیکن یہ شرط ہے کہ محبت سے آیئے

جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پایئے
کیوں آپ اہلِ عشق کی محفل میں آ جایئے

شکوہ اگر ہو جور کا، کیوں آپ آیئے
کس نے بلایا آپ کو، گھر اپنے جایئے

طالب ہیں مال و زر کے بہت لوگ، جایئے
میرے لئے تو دل ہی کا نذرانہ لایئے

آساں نہیں ہے قرب کی منزل عزیزِ من
یہ قتل گاہ ہے، یہاں ہرگز نہ آیئے

آتے ہیں آپ آئیں، کوئی روکتا نہیں
تحفہ دل و جگر کا مگر ساتھ لایئے

آئے ہیں آپ شوق سے آئیں، نہیں ہے عذر
احسان آپ مجھ پہ نہ لیکن جتایئے

دو ہی قدم پہ آپ یہاں ڈوب جائیں گے
کشتی سے آپ بحرِ محبت میں آیئے

یوں چل سکیں گے آپ نہ اللہ کی طرف
جب تک نہ اہلِ عشق کی صحبت میں آیئے

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں، آپ مرے ساتھ آیئے

میں چل رہا ہوں منزلِ مقصود کی طرف
چلنا ہو آپ کو بھی تو ہمراہ آیئے

جانباز کیسے کیسے ہیں موجود اس جگہ
بازارِ عشق میں ذرا اَحمدؔ تو آیئے

ان کی نظر کے تیر اگر آپ کھایئے
واللہ آپ شوق سے سب کچھ لٹایئے

مقصود صرف وہ ہیں، کوئی دوسرا نہیں
ان کے سوا کسی کو نہ خاطر میں لایئے

اپنی نظر کی ہے یہ خطا، اور کچھ نہیں
موجود کوئی اور کہاں ہے بتایئے

کیوں نامِ اہلِ عشق کو رسوا کریں گے آپ
صدیق بن کے آنا ہو جب آپ آیئے

نسبت اسی کا نام ہے نسبت اسی کا نام
ان کی گلی کو چھوڑ کے آنے نہ پایئے

اپنی طرف سے بھاگنا چاہیں بھی آپ اگر
کوشش کریں ہزار، پر آنے نہ پایئے

"ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق"
یہ ہے مقام آپ کا، پھر آپ آیئے

تفویض ہی سے چین ہے دونوں جہان میں
تجویز کا خیال بھی دل میں نہ لایئے

ہرگز منازعت نہ کریں حکمِ حق میں آپ
تسلیم کو شعار اَب اپنا بنایئے

"خس کم، جہانِ پاک"، نہ ہرگز کہے کوئی
دارِ فنا سے دارِ بقا کو جو جایئے

حاضر ہے خوان فضل کا، جی بھر کے کھایئے
خود کھایئے، جو آئے اسے بھی کھلایئے

ہرگز خیال جاہ کا دل میں نہ لائیے
نام و نمود و جاہ نہ جب تک مٹائیے

تسلیم کا اب اپنے کو خوگر بنائیے
ان کے ہر ایک حکم پہ گردن جھکائیے

تقویٰ کا پھر لباس پہن کر کے آیئے
محفل میں ان کی جانے کا تب اذن پائیے

اک ان کا غم ملا ہے، مبارک ہو آپ کو
اپنی خوشی میں آگ خوشی سے لگائیے

جب تک نہ جامِ عشق و محبت پئیں گے آپ
ممکن نہیں بلند مقام آپ پائیے

الفت خدا کی دل میں خدارا جمائیے
پڑھ کر نماز گھر کو خدا کے بسائیے

دنیا کو اپنے دل میں نہ ہرگز بسائیے
اپنے خدائے پاک سے اب لو لگائیے

کبر و ریا، نفاق، ہر اک بُت کو ڈھائیے
دل سے خدا پہ اپنے اب ایمان لائیے

ہرگز حرام کے نہ قریب آپ جائیے
روزی حلال آپ کما کر کے کھائیے

داڑھی خدا کے واسطے اب مت منڈائیے
صورت رسولِ پاک کی اپنی بنائیے

مانیں گے میری بات تو اللہ ہوگا خوش
شیطان کو ضرور ہی اب تو رلائیے

جنت کا راستہ میں بتاتا ہوں دوستو!
میں چاہتا ہوں آپ نہ دوزخ میں جائیے

جو کچھ سنانا تھا مجھے، میں نے سنا دیا
گھر اپنے اپنے شوق سے اب آپ جائیے

اللہ، اپنی راہ پہ مجھ کو چلائیے
گمراہ میں نہ ہوں، مرے مالک بچائیے

دستِ کرم حضور ادھر بھی بڑھایئے
اپنی گلی میں آپ مجھے بھی بلایئے

ہم آپ کے ہیں، جائیں کہاں یہ بتایئے
حاضر ہیں در پہ اب مری بگڑی بنایئے

غیروں کا ہوش مجھ کو، نہ اپنا رہے خیال
کچھ اس طرح حضور اب اپنا بنایئے

برباد اور تباہ میں سرکار ہو گیا
للّٰہ کید نفس سے مجھ کو چھڑایئے

برباد ساری عمر کیا میں نے اپنی آہ
شیطاں کے قید سے مجھے اب تو بچایئے

غافل ہے تجھ سے اور تیری یاد سے بہت
دل کو ہمارے ذاکر و شاغل بنایئے

محروم آپ مجھ کو نہ فرمایئے حضور
اک جام آپ میری طرف بھی بڑھایئے

حاضر ہوں در پہ آپ کے فرمایئے کرم
ان کا پتہ حضورؐ مجھے بھی بتایئے

کیوں محفل عشاق ہے ویران مجاہد

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان

اللہ کا ہے تابع فرمان مجاہد
دیدے نہ رہِ عشق میں کیوں جان مجاہد

جب دونوں جہاں کرتا ہے قربان مجاہد
پھر پائے نہ کیوں لذتِ ایمان مجاہد

ہے باطل وحق کے لئے فرقان مجاہد
سچ یہ ہے کہ اسلام کی ہے جان مجاہد

ہو جائے نہ کیوں کامل ایمان مجاہد
پیتا ہے سدا بادۂ عرفان مجاہد

دنیا میں ہے اسلام کی برہان مجاہد
جنت میں ہے اللہ کا مہمان مجاہد

اک جان اگر کرتا ہے قربان مجاہد
پاتا ہے پھر اللہ سے سو جان مجاہد

کرتا ہے بہم امن کا سامان مجاہد
مظلوم کے ہے درد کا درمان مجاہد

سرکارِ محبت کا ہے دربان مجاہد
ہے گلشنِ ایماں کا نگہبان مجاہد

واللہ محبت کی ہے میزان مجاہد
دربارِ محبت کا ہے دیوان مجاہد

یہ عشق، یہ الفت، یہ محبت یہ کرامت
سو جاں سے ہے اللہ پہ قربان مجاہد

اللہ کی رحمت سے اترتا ہے سکینہ
ہوتا نہیں کچھ بھی ہو پریشان مجاہد

لہراتا ہے ہر سمت ہی انصاف کا پرچم
ہو جاتا ہے جب صاحبِ فرمان مجاہد

اللہ کے وعدوں پہ ہے بس اس کو بھروسہ
کیا غم ہے جو ہے بے سروسامان مجاہد

باطل کو تخیل میں نہیں لاتا ہے ہرگز
کرتا ہے سدا حق ہی کا اعلان مجاہد

وہ نور جو چمکا سرِ فاران مجاہد
دل اس سے ہے روشن تیرا ہر آن مجاہد

جاری ہے جہاں میں ترا فیضان مجاہد
حاصل ہے تجھے نسبت احسان مجاہد

ہو تجھ کو مبارک یہ تری شان مجاہد
ہر ایک تری رگ ہے رگ جان مجاہد

حاصل تجھے اللہ کی رضوان مجاہد
خوش تجھ سے ہیں جب احمد ذیشان مجاہد

یہ رعب یہ ہیبت یہ تری شان مجاہد
دشمن کے خطا ہوتے ہیں اوسان مجاہد

تو ہی تو ہے ہاں حاصل ایمان مجاہد
جنت ہے تری جنگ کا میدان مجاہد

ہیں غیر بھی اسلام پہ قربان مجاہد
یہ سب ہے تری برکتِ ایمان مجاہد

یہ عزم، یہ ہمت، یہ تری آن مجاہد
مشکل ہو کوئی تجھ کو ہے آسان مجاہد

اللہ کی ہے یاد تری جان مجاہد
ہے تیرے لئے زیست کا سامان مجاہد

یاد آتی ہے مجھ کو وہ تری آن مجاہد
کی تو نے ہے جب بیعت رضوان مجاہد

دل تیرا ہے گنجینۂ عرفان مجاہد
ہے پاس ترے عشق کی دُوکان مجاہد

ہو تیری ثنا مجھسے کما کان مجاہد
عاجز ہوں میں اس کا نہیں امکان مجاہد

یہ شانِ غنا تیری کہ ہے بوریا تیرا
نظروں میں تری تختِ سلیمان مجاہد

قرآن کی تفسیر تری ذات مبارک
واللہ تو ہے حاصل ایمان مجاہد

تو چھوڑ کے گھر بار کو الفت میں خدا کی — طے کرتا ہے صحرا و بیابان مجاہد
یہ فیض، یہ برکت تری اللہ رے اب تک — اسلام کا گلشن نہیں ویران مجاہد
حق کیسے ادا ہو سکے حق یہ ہے کہ تیرا — دنیائے محبت پہ ہے احسان مجاہد
اللہ کی رحمت کے ہے آغوش میں ہر دم — ہوتا نہیں دل میں ترے خلجان مجاہد
مظلوم کی نظریں تجھے پھر ڈھونڈ رہی ہیں — دنیا ہے مصائب سے پریشان مجاہد

اب رنگ جہاں اور ہی کچھ دیکھ رہا ہوں
کیوں محفل عشاق ہے ویران مجاہد

دل پہ اک چوٹ لگی آنکھیں ہیں گریاں دونوں

معجزہ سرورِ عالم کا نہ کیوں اس کو کہوں
اللہ اللہ یہ ہیں آیۂ رحمٰن دونوں[1]

علم و عرفان کی دولت سے کیا مالامال
میں تو کہتا ہوں کہ ہیں حاتمِ دوراں دونوں

جان و دل اُن پہ نہ قربان کروں میں کیونکر
میرا ایماں ہے کہ ہیں حاصلِ ایماں دونوں

کس میں یہ دم ہے کہ جو اُن کے مقابل آئے
ان کی تائید میں ہیں سنت و قرآں دونوں

میں نے تو ان کو صحابہ کا نمونہ پایا
کفر و اسلام کے حق میں ہیں یہ فرقاں دونوں

غم سے مطلب ہی نہیں رہتے ہیں اللہ اللہ
عشق کے فیض سے ہر حال میں شاداں دونوں

غیر پر ان کی نظر ہی نہیں پڑتی ہے کبھی
اپنے اللہ کے ہیں تابعِ فرماں دونوں

رحمتِ حق سے انھیں قربِ خدا ہے حاصل
رہتے ہیں خوف سے اللہ کے لرزاں دونوں

بغض فی اللہ میں اُن کا نہیں ثانی کوئی
حب فی اللہ میں ہیں سب سے نمایاں دونوں

عشق مولیٰ میں رہا کرتے ہیں ہر دم سرشار
اس زمانے کے ہیں یہ بوذر و سلماں دونوں

مئے توحید سے رہتے ہیں ہمیشہ مخمور
آخری دَور کے ہیں یہ شہہ جیلاں دونوں

جانشیں فخرِ رسل کا انھیں میں کیوں نہ کہوں
جبکہ ہیں گلشنِ ایماں کے نگہباں دونوں

---

[1] "دونوں" سے مراد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہما اللہ ہیں۔

"اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ" کی لگاتے ہیں صدا ان پہ قربان، یہ ہیں خلدِ بداماں دونوں

نورِ تقویٰ سے ہوئی ظلمتِ عصیاں کافور نفس و شیطان ہیں اب سخت پریشاں دونوں

فیض سے ان کے وہ خوشبوئے محبت پھیلی جس سے معمور ہیں صحرا و گلستاں دونوں

ہر گھڑی رہتا ہے دریائے کرم ہی جاری روز و شب بانٹتے ہیں نسبتِ احساں دونوں

یہ محبت، یہ مروت، یہ سخاوت، یہ کرم کہتے انساں ہیں جسے ہیں یہ وہ انساں دونوں

آتی ہر آن ہی ہے قلبِ مبارک میں بہار فیض امداد سے ہیں رشکِ گلستاں دونوں

مرتبہ ان کا کوئی اہلِ نظر سے پوچھے فقر کے پردے میں واللہ ہیں سلطاں دونوں

اللہ اللہ، یہ رتبہ، یہ فضیلت ان کی حق کی نظروں میں یہ ہیں مردِ مسلماں دونوں

تذکرہ چھیڑ دیا کس کا یہ تو نے ہمدم دل پہ اک چوٹ لگی آنکھیں ہیں گریاں دونوں

زندگی ان کی بدولت ہوئی مجھ کو حاصل شکر اللہ کا، ہیں میری رگِ جاں دونوں

ان کی تعلیم پہ قربان مری جاں احمد
للہ الحمد مرے دل میں ہیں پنہاں دونوں

دردوغم کی داستاں ہے یہ نہیں شعروسخن

آہ کس دل سے کروں تیری طرف روئے سخن — حیف ہے اجڑا ہوا تیری محبت کا چمن

ہو رہے ہیں کیسی جرأت سے وہ حق پر خندہ زن — پھر بھی تو ہے ان پہ قرباں عشق نے پہنا کفن

ہائے ناداں سنگریزوں پر تو راضی ہوگیا — ورنہ مل جاتا تجھے اس بزم سے دُرِّعدن

پاس باطل کے چلا جا حق سے ہے گر سوءِ ظن — تیرے جانے سے نہ سونی ہو گی ان کی انجمن

ہو کے مومن، تو نے سیکھا ہے منافق کا چلن — چاہتا ہے خوش رہیں سب تجھ سے شیخ و برہمن

ہوش کے بندے ہیں سب باقی نہیں دیوانہ پن — حامیٔ حق اب نہیں کوئی یہ ہے دورِ فتن

لب پہ یہ مصرع ہے جاری ہائے میرا انجمن — "شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن"

حق پرستوں کے لئے ہے دوستو! دار و رسن — سہل سمجھا تو نے اور ہے عشق کی منزل کٹھن

دل میں ایماں کی حرارت ہی نہیں جذبۂ شکن — ہائے کیا نکلے گا تو پھر باندھ کر سر سے کفن

نشۂ حب الٰہی، ہوگیا دل سے ہرن — مٹ رہا ہے دین برحق اور اف تو ہے مگن

چھا گئی ہر سمت ظلمت چھپ گئی روشن کرن — لگ گیا صد حیف خورشیدِ محبت کو گہن

وہ نہ ہوں گے دل میں پھر جب تک ترے جلوہ فگن — تجھ کو واپس مل نہیں سکتا ہے ترا بانکپن

عشق والے بھول بیٹھے کس لئے طرزِ کہن — دیکھ کر غیروں کو بدلا آپ نے بھی پیرہن

وہ مٹانے پر تلے بیٹھے ہیں آثارِ وطن
ہے معاذ اللہ تیری بے حسی ہمت شکن
لٹ رہا ہے سامنے تیرے محبت کا چمن
مطمئن ہے تو نہیں ہے تیرے چہرے پر شکن
دردوغم کی داستاں ہے یہ نہیں شعروسخن
تو تڑپ اٹھتا، لگی ہوتی اگر دل میں لگن
تو بدل سکتا نہیں اے دوست جب رنگِ چمن
ڈھونڈ گر تیری جماعت میں ہو کوئی کوہکن

چاہتے ہیں جو نہ ہو ویران ایماں کا چمن
ان کی جانب ہے فقط احمدؔ مرا روئے سخن

میرا سر ہے اور تیرا آستاں

عشق کی کس کو سناؤں داستاں
ہائے جب کوئی نہیں ہے رازداں
لطف جینے کا اسے حاصل کہاں
جس نے دیکھا ہی نہ بزمِ عاشقاں
ہو خوشی یا دردوغم کی داستاں
سب میں شامل ان کا ہے لطفِ نہاں
ہو رہا ہے عشق کا پھر امتحاں
آتے ہیں ہر سمت سے تیرو سناں
ان کی مرضی پر مری قربان جاں
اللہ اللہ تھا میں اس قابل کہاں
عشق کی ذلت کا وہ دیکھیں سماں
ہے زمیں بھی مرے حق میں آسماں
مجھ کو جی بھر کر سنالیں وہ یہاں
میں خلافِ حق نہ کھولوں گا زباں

حق پرستی کی سزا جورِ عیاں | ہے یقیناً سنتِ پیغمبراں
مکر تیرا سب رئیس گمرہاں | کب بھلا اہل نظر سے ہے نہاں
بڑھ رہے ہیں پھر شرورِ دشمناں | تجھ سے ہے فریاد ربِّ دوجہاں
جل کے اٹھے گا نشیمن سے دھواں | آہ جائے گی نہ میری رائیگاں
کیا مٹائے گا مرا نام و نشاں | جس کے قبضے میں نہیں سود و زیاں
آ نہیں سکتی کبھی اس میں خزاں | گلستاں ہے عشق کا یہ گلستاں
ہے مدد پر جب مکینِ لامکاں | پھر کریں گے کیا مرے نامہرباں
ہے تیرا بندہ ضعیف و ناتواں | ترے در کو چھوڑ کر جائے کہاں
میرا سر ہے، اور تیرا آستاں | ہے یہی میرے لئے رشکِ جناں
دونوں عالم میں نہ ہو مجھ کو زیاں | ابر رحمت کا ہو مجھ پر سائباں

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

مردہ ہوں، دیکھنے میں میں زندہ ضرور ہوں

اب غم ہی غم ہے، ہائے مسرت سے دور ہوں
محسوس ہو رہا ہے سراپا قصور ہوں

ظلمت کدہ ہے دل مرا، محروم نور ہوں
غم کیوں نہ ہو، کہ اب میں نہیں مثل طور ہوں

ہر وقت درد و کرب ہے، اک اضطراب ہے
دوزخ سے میں قریب ہوں جنت سے دور ہوں

اپنی خطا ہے اور کسی کی خطا نہیں
تسلیم ہے مجھے، میں بڑا بے شعور ہوں

تاریک میرے حق میں ہے عالم تمام آج
صد حیف، اب میں شمعِ محبت سے دور ہوں

کیا حال پوچھتے ہو مرا، دوستو سنو
ہر وقت رو رہا ہوں میں مجرم ضرور ہوں

افسوس حال میرا کوئی معتبر نہیں
اُف، میں ابھی مقامِ محبت سے دور ہوں

سمجھے گا کون میرے دلِ مضطرب کا حال
مُردہ ہوں، دیکھنے میں میں زندہ ضرور ہوں

وہ کیف وہ سرور، وہ مستی نہیں رہی
جنت میں رہ کے ہائے میں جنت سے دور ہوں

ان کی نگاہِ لطف سے محروم کیوں نہ ہوں
بندہ بھی ہو کے جب میں سراپا غرور ہوں

مرنے کا وقت آ گیا، بدلا نہ پھر بھی دل
احمدؔ میں اب بھی مائل فسق و فجور ہوں

وہم و گماں سے بھی سوا رحمتِ کردگار ہے

تجھ سے زیادہ دہر میں کون گناہگار ہے　　پھر بھی تو ہنس رہا ہے آہ! کیوں نہیں اشکبار ہے

غفلت و سرکشی میں آہ! عمر ہوئی تری تباہ　　اُف رے یہ تیری بے حسی، تو نہیں سوگوار ہے

اپنے کرم سے اس نے تو تجھ کو جگایا بار بار　　پھر بھی نہ آیا ہوش میں، ایسا تو نابکار ہے

لہو و لعب میں مست ہے، یاد خدا کرے گا کب　　تو ہی بتا دے بے خبر! زیست کا اعتبار ہے؟

جانتا ہے یہ بالیقین، خود نہیں صاحبِ یقیں　　یوں تو دکھانے کے لئے نادرِ روزگار ہے

کیا یہ نہیں نفاق ہے، خود ہی بتا دے صدق سے　　لب پہ ہے ذکر یار کا، دل میں بھی یادِ یار ہے

تو ہی ہے دین کا مقتدی، شرم تجھے نہیں ذرا　　تو نہیں مقتدی کبھی آہ! نفس کا خود شکار ہے

دل سے دعائے مغفرت اس کے لئے کریں ضرور　　بندۂ روسیاہ کا زائرو یہ مزار ہے

اَحمدؔ خستہ جاں کیوں اتنا تو بے قرار ہے
وہم و گماں سے بھی سوا رحمتِ کردگار ہے

محبت کا ہے یہ پیغام مولانا لئیق احمد

پیا بھی ہے فنا کا جام ، مولانا لئیق احمد
محبت میں ابھی ہیں خام مولانا لئیق احمد
ابھی ہیں طالبِ اکرام مولانا لئیق احمد
نہیں ہیں بندۂ بے دام مولانا لئیق احمد
نہ ہرگز لیں طلب کا نام مولانا لئیق احمد
کریں مت عشق کو بدنام مولانا لئیق احمد
محبت کا جو پیتے جام مولانا لئیق احمد
مزا دیتی مری دشنام مولانا لئیق احمد
طلب ہی آپ کی ہے خام مولانا لئیق احمد
لے پھر عشق کا کیوں جام مولانا لئیق احمد
جو لیتے ان کا دامن تھام مولانا لئیق احمد
نہ رہتے آپ تشنہ کام مولانا لئیق احمد
جفا محبوب پر بھی آپ کرتے ہیں، قیامت ہے
نہیں یہ عاشقوں کا کام مولانا لئیق احمد

کٹھن ہے عشق کی منزل سمجھتے بھی ہیں کچھ حضرت
یہاں کیا بوالہوس کا کام مولانا لئیق احمد
نہیں فانی صفت کوئی، ارے توبہ معاذ اللہ
اسی سے لوگ ہیں ناکام مولانا لئیق احمد
فنا کرتے نہیں اپنا ارادہ ان کی مرضی میں
محبت ہے اسی کا نام ؟ مولانا لئیق احمد
فنا ہے شرط اول قول ہے اہل محبت کا
یہی کرتے ہیں سب ارقام مولانا لئیق احمد
پہونچ جائیں نہ فوراً اڑ کے کیوں بامِ محبت پر
جو حاصل ہو فنائے تام مولانا لئیق احمد
خودی ہے، اور خودرائی، جسے دیکھو ہے مولائی
مرض ہے بس یہی اب عام مولانا لئیق احمد
خودی اپنی مٹائیں، اور خودرائی سے باز آئیں
یہ ہیں سب عشق کے احکام مولانا لئیق احمد
چلیں گے کوئے جاناں آپ، ناممکن ہے ناممکن
نہ جب تک باندھ لیں احرام مولانا لئیق احمد
خطا اپنی نہیں کیوں مانتے، کیا بات ہے آخر
بہت ہے نفس نافرجام مولانا لئیق احمد

محبت میں جو ہے گمنام مولانا لئیق احمد
اسے شہرت سے ہے کیا کام مولانا لئیق احمد

مبارک ان کو جو قرباں ہیں ساقی کی اداؤں پر
وہ پیتے ہیں مئے گلفام مولانا لئیق احمد

ملے گی مفت ہی میں دین کی دولت سمجھتے ہیں؟
مگر یہ ہے خیالِ خام مولانا لئیق احمد

جفا وہ لاکھ فرمائیں، زباں پر اف نہ ہم لائیں
محبت کا ہے یہ پیغام مولانا لئیق احمد

اگر ان پر نظر ہوتی، تو حالت اور کچھ ہوتی
نہ رکھتے غیر پر الزام مولانا لئیق احمد

نہیں جو عارفِ حق اس کی نسبت عرض میں کر دوں
نہیں انساں، ہے کالانعام مولانا لئیق احمد

محبت سے نہ گر تنبیہ فرماتے رہیں احمد
نہ ہو پختہ کبھی پھر خام مولانا لئیق احمد

وہ صحرا کی صدا ہو کر نہ آئیں

کسی سے وہ خفا ہو کر نہ آئیں ‏— مجھے ڈر ہے جفا ہو کر نہ آئیں

گریں بجلی نہ بن کر آشیاں پر ‏— وہ صد برقِ بَلا ہو کر نہ آئیں

دلِ عُشّاق کو وہ کر کے مجروح ‏— حسینوں کی ادا ہو کر نہ آئیں

حسیں اُن کا تخیل تھا عزیزو ‏— بَلا میں مبتلا ہو کر نہ آئیں

قیامت آ نہ جائے مجھ کو ڈر ہے ‏— وہ خونِ مدّعا ہو کر نہ آئیں

گئے تھے بادِ صَرصَر کی طرح وہ ‏— کہیں بادِ صبا ہو کر نہ آئیں

تمنا کا نہ ہو جائے کہیں خوں ‏— کہیں رنگِ حنا ہو کر نہ آئیں

ملا کر خاک میں ہر حُسنِ تدبیر ‏— وہ بختِ نارسا ہو کر نہ آئیں

وہ طے کرنے گئے ہیں دشتِ پُرخار ‏— کہیں خود زخم پا ہو کر نہ آئیں

گئے ہیں دوستو! خوش خوش چمن میں ‏— وہ غم کا ماجرا ہو کر نہ آئیں

کسی کے چارہ گر یوں کہہ رہے ہیں ‏— وہ دردِ لا دوا ہو کر نہ آئیں

بہارِ جاں فزا بن کر گئے ہیں ‏— جہانِ فتنہ زا ہو کر نہ آئیں

ہمیں تو یہ نظر آتا ہے احمد

وہ صحرا کی صدا ہو کر نہ آئیں

کیف ہے اعتماد پر، لطف ہے انقیاد میں

دل ہے تمہارے پاس اور جسم الہ آباد میں
پھر بھی تڑپ رہا ہے آہ کوئی تمہاری یاد میں
دل کا ترے فراق میں ہائے عجیب حال تھا
خُلد کا لطف آگیا پھر بھی اِسی جہاد میں
عشق کی شان ہی کچھ اور دیکھ رہا ہوں آج میں
کیف ہے اعتماد پر لطف ہے انقیاد میں
لذتِ دید، ہجر میں، عشق کی یہ کرامتیں
میں نے خزاں میں بھی بہار دیکھ لی تیری یاد میں
ایک ہی بات میں نظر آتی ہیں باتیں سیکڑوں
پڑ گئی جان عشق کے فیض سے اجتہاد میں
تیری ہر ایک بات پر مجھ کو نہ ہو یقین کیوں
ضعف کا نام تک نہیں ہے مرے اعتقاد میں

تیری خوشی سے خوش ہوں میں غم سے ترے ہوں غمزدہ
آئی نظر بہارِ عشق مذہبِ اتحاد میں
کیف میں تو نے ڈوب کر چھیڑی جو داستانِ عشق
قابو رہا نہ ضبط پر رونے لگا میں داد میں
موت ہی میں حیات کا جس کو ملا پیام ہو
اس کو مزا ملے گا کیا نعرۂ زندہ باد میں
مرضی سے ان کی بُعد میں راضی ہزار جاں سے ہے
شانِ فنا تو دیکھئے عاشقِ نامراد میں

نہیں طالب وہ جو رہبر سے خفا ہوتے ہیں

نہیں طالب وہ جو رہبر سے خفا ہوتے ہیں — کہیں عاشق میں بھی انداز جفا ہوتے ہیں
چھیڑ ہوتی ہے محبت میں یقیناً حضرت — ظلم ہے آپ جو اِس پر بھی خفا ہوتے ہیں
ان کی ہر بات میں ہے روح محبت پنہاں — جو ہیں نادان وہی ان سے خفا ہوتے ہیں
جو نہ تلخی میں بھی شیرینی کی لذت پائیں — ایسے نادان کہیں اہل وفا ہوتے ہیں
راہِ الفت میں قدم سوچ سمجھ کر رکھیں — سیکڑوں فتنے یہاں روز بپا ہوتے ہیں
وہ جو کہتے ہیں محبت ہی سے کہتے ہیں فقط — دور کینہ سے بہت اہلِ صفا ہوتے ہیں
ناز اٹھاتے ہیں خوشی سے جو ہیں پابند نیاز — بس وہی بندۂ تسلیم و رضا ہوتے ہیں

جو سمجھتے ہیں محبت کو عداوت احمدؔ
بے وفا ہوتے ہیں اور اہلِ ہویٰ ہوتے ہیں

سمجھتا ہے؟ کہ کیوں جاتی نہیں ہے تیری مَن مانی

سمجھتا ہے کہ کیوں جاتی نہیں ہے تیری مَن مانی
محبت کی حقیقت ہی ابھی تونے نہیں جانی
محبت جس جگہ طالب کو لے جاتی ہے اے ناداں
نہیں پرواز کر سکتی وہاں تک عقلِ انسانی
ابھی تو بے خبر ہے نفس و شیطان کے مکائد سے
مگر افسوس تو کرتا ہے دعوائے ہمہ دانی
حقیقت میں یہی غفلت ہے جس کو تو نہیں سمجھا
یہ نادانی نہیں جس کو سمجھتا ہے تو نادانی
یقین محکم عمل پیہم سے جب تک آپ خالی ہیں
کبھی بھی دور ہو سکتی نہیں ہرگز تن آسانی
فنا جب تک نہ ہوں، اللہ ہرگز مل نہیں سکتا
غزالی ہوں کہ رازی، مولوی ہوں یا کہ جیلانی
محمدؐ کی اطاعت اور محبت سے جو خالی ہے
نہ ہرگز بن سکے گا وہ کبھی واللہ ربّانی

اُسے آغوشِ رحمت میں وہ لے لیتے ہیں خود بڑھ کر
جُھکائی اس کے در پر صدقِ دل سے جس نے پیشانی

ترے در پر جو آتے ہیں، وہی مقصود پاتے ہیں
گریزاں کیوں نہ ہو ظلمت تری محفل ہے نورانی

محبت کیا ہے؟ کیا جانے اطاعت کیا ہے؟ کیا سمجھے
وہ ظالم ہائے جس نے بات ہی تیری نہیں مانی

سراپا عجز بن کر، عاجزی لے کر میں آیا ہوں
ترے دربار کے لائق یہی تحفہ ہے لاثانی

کر اپنی یاد سے آباد میرے دل کو اے مولیٰ
کرم سے دور فرما دے مرے دل کی یہ ویرانی

تو میرے درد کا درماں، الٰہی تجھ پہ میں قرباں
پکاروں غیر کو کیوں؟ جب نہیں تیرا کوئی ثانی

منور ہوتے ہیں دل نورِ ایماں سے مبارک ہو
کبھی احمد جو فرماتے ہیں خوش ہو کر گل افشانی

سوا ان کے جو کچھ ہے سب دردِ سر ہے

ادھر بھی محبت کا تیری اثر ہے
تو کچھ باخبر بھی ہے کچھ بے خبر ہے

تجھے کچھ ملی ہے محبت کی دولت
یہ سب کچھ کسی کی دعا کا اثر ہے

مبارک ہو تجھ کو، مبارک ہو تجھ کو
محبت میں ان کی تری چشم تر ہے

کیا ہے محبت کا اظہار تو نے
سمجھتا ہوں میں تجھ پہ کتنا اثر ہے

قدم ڈرتے ڈرتے ذرا آپ اٹھائیں
کہ راہِ محبت بہت پُر خطر ہے

نثار اپنی جانِ حزیں ان پہ کر دے
ترے دل میں بھی تو کوئی جلوہ گر ہے

کوئی آرہا ہے، کوئی جا رہا ہے
منور ترا بھی تو اب بام و در ہے

رہے یاد میں ان کی مشغول ہر دم
سوا ان کے جو کچھ ہے سب دردِ سر ہے

جو تیرِ نظر سے ہوا ان کے گھائل
وہی بس حقیقت میں قلب و جگر ہے

ہماری دعا ہے تو ہو جائے ان کا
یہ اُن کے کرم پر مگر منحصر ہے

میں قربان تجھ پر کہ دیوانہ احمدؔ
ترے عشق میں پھر رہا دربدر ہے

مبارک ہو حسن لیکن ہے دنیائے دنی فانی

خبر آئی، بستی میں نے یہ دولت کی فراوانی
مبارک ہو حسن لیکن ہے دنیائے دنی فانی

عبث نازاں ہے تو دنیا کے مال و زر پہ اے ناداں
جو مرنا ہے تو پھر کس کام کا ہے تاجِ سلطانی

جہاں پر بیٹھنے سے دل کی ظلمت دور ہوتی ہو
بتاؤ تو ملی ہے کوئی ایسی بزم نورانی

یہ بے مہری، ملا جام محبت جس کے ہاتھوں سے
بھلا بیٹھا اسی کو ہائے ظالم تیری نادانی

حرارت دین کی کچھ کم ہوئی ہے نبض دکھلائیں
اگر مل جائے کوئی واقفِ اسرارِ پنہانی

یہ مصرعہ یاد رکھنا، کہہ گئے ہیں جس کو خاقانی
"کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی"

محبت ہی کو میں اس زیست کا حاصل سمجھتا ہوں

ترا واپس چلا جانا محبت ہے سمجھتا ہوں
نہ جانے بات کیا ہے، کس لئے آخر تڑپتا ہوں
میں اس قابل نہیں، لیکن کسی کی مہربانی سے
تم آتے ہو تو میں ابرِ کرم بن کر برستا ہوں
محبت ہی میں پوشیدہ دو عالم کی سعادت ہے
محبت ہی کو میں اس زیست کا حاصل سمجھتا ہوں

قدم راہِ محبت میں ابھی جس نے نہیں رکھا

ترے جانے سے رونق اڑ گئی اے دوست محفل کی
یہ کس نے چھین لی دم بھر میں اُف راحت مرے دل کی
حضوری میں جو عالم دل کا تھا کیا پوچھنا اس کا
مگر غیبت میں کیا سے کیا ہوئی حالت مرے دل کی
قدم راہِ محبت میں ابھی جس نے نہیں رکھا
وہ کیا جانے، وہ کیا سمجھے کرامت تیغِ قاتل کی

اگر یوں ہی آپ آتے جاتے رہیں گے

اگر یوں ہی آپ آتے جاتے رہیں گے — تو پھل اپنی الفت کا پاتے رہیں گے
اگر تیر الفت کے کھاتے رہیں گے — تو دوزخ کو جنت بناتے رہیں گے
تصور میں تیرے وہ آتے رہیں گے — وہ نقش محبت جماتے رہیں گے
تجھے اپنے در پر بلاتے رہیں گے — وہ سینے سے تجھ کو لگاتے رہیں گے
وہ آنکھوں میں تیری سماتے رہیں گے — تجھے اپنا جلوہ دکھاتے رہیں گے
ترے دل پہ بجلی گراتے رہیں گے — ہر اک ماسوا کو جلاتے رہیں گے
وہ تیری خودی کو مٹاتے رہیں گے — خود اپنا سا تجھ کو بناتے رہیں گے
جو اشکِ ندامت بہاتے رہیں گے — تو بادل بھی رحمت کے چھاتے رہیں گے
شرابِ محبت پلاتے رہیں گے — تجھے مست و بےخود بناتے رہیں گے

اِدھر دل کو وہ دل بناتے رہیں گے
اُدھر آپ انعام پاتے رہیں گے

جو پھل اپنی الفت کا پانے لگے

ہماری گلی میں وہ آنے لگے
مزے کچھ محبت کے پانے لگے
جو پھل اپنی الفت کا پانے لگے
مجھے چھوڑ کر کیوں وہ جانے لگے

عجیب کیف ہے بانکے جلال پور میں آج

عجیب کیف ہے بانکے جلال پور میں آج
جسے بھی دیکھئے ہے عالمِ سُرور میں آج

یہ بات کیا ہے کہ سب ظلمتیں ہوئیں کافور
نظر جو آتا ہے ڈوبا ہوا ہے نور میں آج

یہ کس کا فیض ہے جس نے دلوں کو تڑپایا
یہ جان پڑ گئی کیوں دوستو قصور میں آج

جو سست گام رہِ عشق میں تھے غیبت سے
وہ تیز گام ہوئے عالمِ حضور میں آج

کوئی خزاں میں ہے اُلجھا، کوئی بہار میں مست
کوئی ہے غرقِ محبت، کوئی شرور میں آج

یہ کسی نے جامِ محبت پلا دیا سب کو
اسی لئے ہیں یہ سب نشۂ سرور میں آج

وفورِ شوق میں رقصاں ہوئے زمان و مکان
خبر نہیں کہ اب آئے گا کیا ظہور میں آج

تری نگاہِ محبت کا فیض، کیا کہنا
غرور اب نہیں باقی سرِ غرور میں آج

یہ حال ہو گیا آخر مرا بہ فیضِ جنوں
بہارِ خلد ہے حاصل تمام امور میں آج

عزیز ہو گئیں ان کی ادائیں سب دل کو
عجیب شان نمایاں ہوئی شعور میں آج

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم "
نہ جانے گذرے گی کیا دل پہ ذکرِ طور میں آج

نذیرؔ ہو گئے آخر "بشیر" اے احمد
اسی سے جوش ہے یہ مجمع البحور میں آج

نظر میں بس گئے دل میں سما گئے احمد
رہا نہ فرق ذرا بھی قریب و دور میں آج

دل کسی غیر کو دیدیں تو یہی بدعت ہے

عشق کی راہ میں واللہ عجب لذت ہے
اس میں تکلیف بھی ہو تب بھی بڑی راحت ہے
ہم بھٹک جائیں تری راہ سے دوزخ ہے یہی
ہم تری راہ پہ لگ جائیں یہی جنت ہے
مئے توحید سے سرشار رہوں سنت ہے یہی
دل کسی غیر کو دیدیں تو یہی بدعت ہے
جو بھی پیش آئے تری راہ میں نعمت سمجھیں
ہم شکایت نہ کریں دل میں اگر الفت ہے

وہ ان کا رفتہ رفتہ بندۂ بے دام ہوتا ہے
محبت کے اسیروں کا یہی انجام ہوتا ہے
مقدر سے جسے حاصل فنائے تام ہوتا ہے
حقیقت میں وہی تو قابل انعام ہوتا ہے
بتاؤں آپ سے کیا عاشقوں کا کام ہوتا ہے
دل ان کی یاد میں اور لب پہ ان کا نام ہوتا ہے

آپ کا انتظار کرتا ہوں
شوق کو اپنے پیار کرتا ہوں
آپ آتے ہیں جب تصور میں
میں خزاں کو بہار کرتا ہوں

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو
کفِ افسوس کیوں تم مل رہے ہو
خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض
جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو

کیوں نہ ہووے انتہا احمدؔ کو غم   آکے بھی برسا نہ جب ابرِ کرم
جب ستم کو ہم سمجھتے ہیں کرم   خوش رہیں ہر حال میں پھر کیوں نہ ہم

حضرتِ ناصح مقامِ عشق سے ہیں دور ابھی   نشۂ جامِ محبت سے نہیں ہیں چور ابھی
ہوش کے بندے جنوں کے فیض سے ہیں دور ابھی   جان و دل ان پر فدا کرنا نہیں منظور ابھی

امتحاں مومن کا ہوتا ہے منافق کا نہیں   یہ مقامِ قرب ہے رتبہ یہ فاسق کا نہیں

صفتِ مومن کی یہ ممکن ہے حق سے ٹل جانا   منافق کی صفت یہ ہے کہ ہر سانچے میں ڈھل جانا

دیکھنے والے مرے دیدۂ تر کو دیکھیں   اور ہم ان کی محبت کے اثر کو دیکھیں
ان پہ قربان، مجھے دولتِ ایماں بخشی   اس کے ہوتے ہوئے کیا لعل و گہر کو دیکھیں
ہو نہیں سکتی محبت کی حقیقت معلوم   ہم نہ جب تک کسی منظورِ نظر کو دیکھیں
اللہ اللہ، ہمیں دیکھ رہا ہے کوئی   اب کہاں ہوش جو ہم شام و سحر کو دیکھیں

اپنے ذوق وحال کے مطابق مولانا کے ترمیم کردہ

چند اشعار

شعر

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب — کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

ترمیم

عشق کی شان نرالی ہے انوکھی احمد — کہ لگائے سے لگے اور بجھائے نہ بجھے

شعر

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد — پر طبیعت ادھر نہیں آتی

ترمیم

جانتے گر ثوابِ طاعت و زہد — پھر طبیعت ادھر نہ کیوں آتی

شعر

عشق نے غالب نکما کر دیا — ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

ترمیم

عشق نے احمد مجلّی کر دیا — ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

شعر

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

ترمیم

قتل کے بعد بھی نادم وہ جفا سے نہ ہوا اس نے سیکھا ہی نہیں ہائے پشیماں ہونا

شعر

مئے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو یک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہئے

ترمیم

مئے سے غرض نشاط ہو، یا بیخودی کی حرص لاحول پڑھ کے مارنا دولات چاہیئے

شعر

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ شرم تم کو مگر نہیں آتی

ترمیم

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا شرم کو خاک میں ملاؤں گا
روؤں گا خوب گڑگڑاؤں گا توبہ کرکے انھیں مناؤں گا
ان کی مرضی پہ اب چلوں گا میں منہ کو اب اپنے منہ بناؤں گا

شعر

موقوف جرم ہی پہ کرم کا ظہور تھا بندے اگر قصور نہ کرتے، قصور تھا

ترمیم

موقوف طاعنوں پہ کرم کا ظہور ہے سمجھے نہ تو اگر تو یہ ترا قصور ہے
یہ قول ہے گناہ، دماغی فتور ہے کرتا ہے جو گناہ، وہ رحمت سے دور ہے

شعر

اس کشمکش کے دام سے کیا کام تھا ہمیں اے الفت چمن ترا خانہ خراب ہو

ترمیم

جب کشمکش کے دام میں پنہاں بہار ہو کیوں الفت چمن پہ نہ عاشق نثار ہو

شعر

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا ہیں کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

ترمیم

کہہ رہا ہوں میں ہوش میں کیا کیا کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی

شعر

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں کھلونے دیکے بہلایا گیا ہوں

ترمیم

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں محبت دیکے تڑپایا گیا ہوں
سمجھتا خاک اسرار محبت نہیں سمجھا، میں سمجھایا گیا ہوں

شعر

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا

ترمیم

جوشِ جنوں میں توڑ دیا میں نے خود کمند دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا
قسمت کی خوبی کہتے ہیں اس کو عزیز من رحمت کے پر سے اڑ کے سرِ بام آ گیا

شعر

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ترمیم

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی مرض بڑھنے کی روز و شب دعا کی

شعر

فغاں میں آہ میں فریاد میں نالہ میں شیون میں سناؤں دردِ دل طاقت اگر ہو سننے والوں میں

ترمیم

فغاں میں آہ میں، فریاد میں نالہ میں شیون میں سناتا دردِ دل الفت جو ہوتی سننے والوں میں

شعر

بھڑکا رہا ہوں آتشِ عصیاں ہر ایک سمت پھیلا رہا ہوں رحمت پروردگار کو

ترمیم

بھڑکا رہا ہوں آتشِ عصیاں ہر ایک سمت ناراض کر رہا ہوں میں پروردگار کو

شعر

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز　　کانٹوں سے بھی نباہ کئے جا رہا ہوں میں

ترمیم

گلشن سے عشق ہے مجھے گل ہی نہیں عزیز　　کانٹوں کو دل سے پیار کئے جا رہا ہوں میں

شعر

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے　　اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

ترمیم

سوداگری سکھائی ہے پروردگار نے　　پھر کس لئے جزا کی تمنائیں چھوڑ دوں

شعر

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل　　دل و نظر ہی مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ترمیم

خرد ہزار کہے لا الٰہ الا اللہ　　ان کی مرضی پہ قرباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

نامعلوم ہندی دوہے

لکڑی جل کوئلہ بھیو کوئلہ جل بھیو راکھ　　میں پاپن ایسی جلی کہ کوئلہ بھیو نہ راکھ

ترمیم

لکڑی جل کوئلہ بھیو کوئلہ جل بھیو راکھ　　میں پاپی ایسا جلا کہ ہوگیا بالکل پاک

ہندی دوہہ

جو میں ایسا جانتی کہ پریت کیہں دُکھ ہوئے
نگر ڈھینڈھورا پیٹتی کہ پریت کرے نہ کوئے

ترمیم

جانے کس نے یہ کہا کہ پریت کیہں دُکھ ہوئے
لیکن میں کہتا ہوں احمدؔ پریت کئے سُکھ ہوئے
پریت کی لذت جب سے ملی ہے دل کا عالم ہے کچھ اور
نگر ڈھینڈھورا پیٹ رہا ہوں پریت کرو سب کوئے

شعر

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

ترمیم

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی رحمت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے دل کو دیکھتے ہیں

شعر

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

ترمیم

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
ہم سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

مندرجہ ذیل شعر

حضرت پرتاپ گڈھیؒ کے دیوان میں نہیں ملا

لیکن والد محترم حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

نے حضرت پرتاپ گڈھیؒ سے بارہا سنا ہے ؎

ہے جانِ محبت اگر وہ خفا ہوں

اگر ہم خفا ہوں محبت نہیں ہے

(احمد)

محمد عبداللہ قمر الزماں قاسمی الہ آبادی

"عرفانِ محبت" کی عام فہم قابل دید شرح

باذوق قارئین کے لئے انمول تحفہ

فیضانِ محبّت

شیخ طریقت حضرت مولانا **محمد قمر الزمان** صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم نے "عرفانِ محبت" کے چیدہ چیدہ اشعار کی عارفانہ شرح کی ہے۔ جس کے بارے میں خود صاحبِ کتاب حضرت مولانا **محمد احمد** صاحب پرتاپگڈھی نوراللہ مرقدہٗ نے فرمایا تھا کہ: آپ کے شرح کی وجہ سے میں اپنے کلام کو علماء کو سنانے میں اب جھجک محسوس نہیں کرتا۔

جو ۲۳ × ۳۶ / ۱۶ کے ۲۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ عمدہ کتابت و طباعت

کے ساتھ مکتبہ دارالمعارف الٰہ آباد سے

شائع ہوچکی ہے۔